اوّل ایڈیشن: ماہِ ربیع الثانی 1443ھ/ دسمبر 2021

متعدد نظریاتی، فقہی اور اصلاحی مضامین کا مجموعہ

علمی اور اصلاحی مقالات

(جلد: 4)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

پیش لفظ

بندہ نے اپنے ’’سلسلہ اصلاحِ اَغلاط‘‘ کے تحت تحریر کیے گئے سینکڑوں تحریرات میں سے پندرہ پندرہ مقالات و مضامین منتخب کر کے یکجا عام کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے، زیرِ نظر کتاب اس سلسلے کی چوتھی جلد ہے جو کہ پندرہ مقالات و مضامین کا منتخب مجموعہ ہے۔ رفتہ رفتہ اس کی مزید جلدیں بھی عام کی جائیں گی ان شاء اللہ۔

حضرات اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اس کتاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیرًا

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرما کر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین، اہل و عیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، مشایخ کرام، احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

بندہ مبین الرحمٰن
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
ماہِ ربیع الثانی 1443ھ/ دسمبر 2021
03362579499

اجمالی فہرست

مقالہ نمبر 1: میت کو قبر میں رکھتے وقت کونسے کلمات کہنا سنت ہے؟--------4

مقالہ نمبر 2: نفل نماز توڑنے کے بنیادی احکام-------------------------9

مقالہ نمبر 3: طہارت کے معاملے میں معذور ہونے کی وضاحت-----------17

مقالہ نمبر 4: دکان و مکان میں بزرگوں کی تصاویر لٹکانے کا حکم-----------25

مقالہ نمبر 5: جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مسجد کے قریب خرید و فروخت کا حکم---30

مقالہ نمبر 6: تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ کہاں تک اُٹھائے جائیں؟----------36

مقالہ نمبر 7 میّت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنے کا حکم ----------43

مقالہ نمبر 8: طہارت کے معاملے میں غُلُوّ کی مذمّت----------------------51

مقالہ نمبر 9: نفلی عبادات کی عادت بنالیجیے!------------------------58

مقالہ نمبر 10: وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا تفصیلی حکم-----------------68

مقالہ نمبر 11: پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور پانی پینے کے بعد الحمد للہ کہنے کا تفصیلی حکم-77

مقالہ نمبر 12: کھال کی پاکی ناپاکی، خرید و فروخت اور استعمال کے احکام -----84

مقالہ نمبر 13: بیٹھ کر پانی پینے کی شرعی حیثیت -------------------95

مقالہ نمبر 14: زیرِ ناف بالوں کی صفائی کے احکام ------------------101

مقالہ نمبر 15: فرض نماز کے بعد بلند آواز سے دُرود پڑھنے کی مروّجہ رسم ---107

مقالہ نمبر 1:

میت کو قبر میں رکھتے وقت کونسے کلمات کہنا سنت ہے؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

ذیل میں میت کو قبر میں رکھتے وقت پڑھے جانے والے مسنون کلمات ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ مسلمان اس پر عمل کر سکیں کیوں کہ بہت سے لوگ اس سنت عمل کا اہتمام نہیں کرتے، یہ بہت ہی افسوس ناک اور قابلِ اصلاح طرزِ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنتوں سے محبت کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میت کو قبر میں رکھتے وقت کونسے کلمات کہنا سنت ہے؟

میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ کلمات کہنا سنت ہے:

بِسْمِ اللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

ترجمہ: ہم نے اللہ تعالیٰ ہی کے نام سے میت کو رکھا اور رسول اللہ ﷺ کے دین ہی پر اس کو حوالے کیا۔

- صحیح ابن حبان:

٣١٠٩- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ قَحْطَبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ فِي الْقَبْرِ قَالَ: «بِسْمِ اللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ».

(ذِكْرُ مَا يَقُولُ الْمَرْءُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُدَلِّيَ أَخَاهُ فِي حُفْرَتِهِ)

واضح رہے کہ فقہ حنفی کی اکثر کتب جیسے: کتاب الآثار للامام ابی یوسف، الاختیار لتعلیل المختار، البحر الرائق، فتاویٰ ہندیہ، مبسوط السرخسی، تبیین الحقائق، تحفۃ الفقہاء، مجمع الانہر، المحیط البرہانی، درر الحکام، حلبی صغیر، کنز الدقائق، ہدایہ وغیرہ میں انھی کلمات کو اختیار کیا گیا ہے۔

فائدہ:

قبر میں میت کو رکھتے وقت کہے جانے والے مذکورہ کلمات کچھ فرق کے ساتھ بھی احادیث مبارکہ سے مرفوعًا اور موقوفًا ثابت ہیں، ان میں سے کوئی بھی الفاظ کہے جائیں تو سنت ادا ہو جائے گی۔ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ بعض روایات میں یہ کلمات یوں ثابت ہیں:

بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

فقہ حنفی کی بعض کتب جیسے تنویر الابصار وغیرہ میں، اسی طرح ''احکامِ میت''میں بھی انھی الفاظ کو اختیار کیا گیا ہے۔

2۔ جبکہ بعض روایات میں یہ کلمات یوں ثابت ہیں:

بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

- سنن الترمذي:

١٠٤٦- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ قَالَ: حَدَّثَنَا الحَجَّاجُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أدْخلَ المَيِّت القَبْرَ، وَقَالَ أَبُو خَالِدٍ مَرَّةً: إِذَا وضعَ المَيِّت فِي لَحْدِهِ، قَالَ مَرَّةً: «بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ، وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ»، وَقَالَ مَرَّةً: «بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ». (بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا أُدْخِلَ المَيِّتُ القَبْرَ)

- مُصنف ابن أبي شيبة:

١١٨١٧- حدَّثنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرِ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ فِي الْقَبْرِ قَالَ: بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ. (مَا قَالُوا إِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهِ)

3۔ جبکہ بعض روایات میں یہ کلمات یوں ثابت ہیں:

بِسْمِ اللهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

- السنن الكبرى للبيهقي:

٧٣١١- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِى الصِّدِّيقِ قَالَ: شُعْبَةُ فِى حَدِيثِهِ قَالَ: شَهِدْتُ ابْنَ عُمَرَ وَوَضَعَ مَيِّتًا فِى قَبْرِهِ فَقَالَ: بِسْمِ اللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ هِشَامٌ فِى حَدِيثِهِ: إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ قَالَ: بِسْمِ اللهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

(باب مَا يُقَالُ إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ قَبْرَهُ)

4۔ جبکہ بعض روایات میں یہ کلمات یوں ثابت ہیں:

بِسْمِ اللهِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

- سنن ابن ماجه:

١٥٥٠- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ، (ح) وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَدْخَلَ الْمَيِّتَ الْقَبْرَ قَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ». وَقَالَ أَبُو خَالِدٍ مَرَّةً: إِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ فِي لَحْدِهِ قَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ». وَقَالَ هِشَامٌ فِي حَدِيثِهِ: «بِسْمِ اللهِ، وَفِي سَبِيلِ اللهِ، وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ». (بَابُ مَا جَاءَ فِي إِدْخَالِ الْمَيِّتِ الْقَبْرَ)

ذیل میں ”رد المحتار“ اور ”فتح القدیر“ کی عبارات ملاحظہ فرمائیں جن میں مذکورہ مسنون کلمات کے مختلف ثابت شدہ الفاظ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

- الدر المختار:

(وَ) يُسْتَحَبُّ أَنْ (يُدْخَلَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ) بِأَنْ يُوضَعَ مِنْ جِهَتِهَا ثُمَّ يُحْمَلَ فَيُلْحَدَ (وَ) أَنْ (يَقُولَ وَاضِعُهُ: بِسْمِ اللهِ، وَبِاللهِ، وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَيُوَجَّهَ إِلَيْهَا).

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَبِاللهِ) زَادَهُ عَلَى مَا فِي «الْكَنْزِ» وَ«الْهِدَايَةِ»، وَهُوَ ثَابِتٌ فِي لَفْظٍ لِلتِّرْمِذِيِّ، وَالْأَوَّلُ فِي لَفْظٍ لِابْنِ مَاجَهْ، وَفِي لَفْظٍ لَهُ بِزِيَادَةِ «وَفِي سَبِيلِ اللهِ» بَعْدَ قَوْلِهِ: «وبِسْمِ اللهِ». وَذَكَرَهُ فِي «الْبَدَائِعِ» عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالُوا: وَالْمَعْنَى: بِسْمِ اللهِ وَضَعْنَاك، وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ سَلَّمْنَاك.

(بَابُ صَلَاةِ الْجِنَازَةِ: مطلب فِي دفن الْمَيِّت)

- فتح القدير:

رَوَى ابْنُ مَاجَهْ مِنْ حَدِيثِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا

أَدْخَلَ الْمَيِّتَ الْقَبْرَ قَالَ: «بِاسْمِ اللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ». زَادَ التِّرْمِذِيُّ بَعْدَ «بِاسْمِ اللهِ»: «وَبِاللهِ». وَقَالَ: حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُد مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ بِدُونِ الزِّيَادَةِ، وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ وَلَفْظُهُ: «إِذَا وَضَعْتُمْ مَوْتَاكُمْ فِي قُبُورِهِمْ فَقُولُوا: بِاسْمِ اللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ». وَصَحَّحَهُ، وَفِيهِ طُرُقٌ أُخْرَى عَدِيدَةٌ. (فَصْلٌ فِي الدَّفْنِ)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

9 ربیع الاول 1443ھ/ 16 اکتوبر 2021

مقالہ نمبر2:

نفل نماز توڑنے کے بنیادی احکام

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نفل نماز شروع کرنے کے بعد اسے پورا کرنے کا حکم:

اگر کوئی عاقل بالغ مسلمان مرد یا عورت نفل نماز شروع کرے تو اس کے ذمے اس کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے، اس لیے بلا عذر اس کو توڑنا اور فاسد کرنا جائز نہیں۔

نفل نماز توڑنے کے بعد اس کی قضا کا حکم:

1۔ اگر کسی شخص نے نفل نماز شروع کرنے کے بعد توڑ دی یا وہ بلا اختیار ٹوٹ گئی تو ایسی صورت میں اس نفل نماز کی قضا واجب ہے۔

2۔ اگر کسی شخص نے ایک ساتھ چار رکعات نفل نماز ادا کرنے کی نیت باندھی تو اس کے ذمے صرف دو رکعات ہی واجب ہوتی ہیں، اس لیے اگر اس نے دو رکعات مکمل کرنے کے بعد سلام پھیر دیا تو اس کے ذمے باقی دو رکعات کی قضا واجب نہیں۔

3۔ اگر کسی شخص نے چار رکعات نفل نماز شروع کی، پھر دو رکعات ادا کرنے سے پہلے اس کو توڑ دیا یا وہ خود فاسد ہو گئی تو اس صورت میں اس کے ذمے صرف دو رکعات نفل نماز کی قضا واجب ہے۔

نفل نماز توڑنے کی قضا کب واجب ہوتی ہے؟

اصولی بات یہ ہے کہ نفل نماز توڑنے یا خود فاسد ہو جانے کی صورت میں قضا اُس وقت واجب ہوتی ہے جب نفل نماز شروع سے صحیح ہو اور پھر شروع کرنے کے بعد وہ توڑ دی جائے یا وہ خود بخود فاسد ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے نفل نماز شروع کی، پھر معلوم ہوا کہ اس کا تو وضو ہی نہیں ہے یا اس کے بدن یا کپڑے پر اتنی مقدار میں نجاست لگی ہوئی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے نماز درست نہیں ہوتی تو ان صورتوں میں اس نفل نماز کی قضا کا حکم نہیں کیوں کہ ان میں نفل نماز شروع ہی سے باطل تھی یعنی اس کا شروع ہونا ہی درست نہیں تھا، گویا کہ جب آغاز ہی سے یہ نفل نماز کالعدم ہے تو اس کی قضا کیسے واجب ہو سکتی ہے!

(بدائع الصنائع، رد المحتار، احسن الفتاویٰ)

قضا نفل نماز بیٹھ کر ادا کرنے کا حکم:

عام قضا نمازوں کی طرح قضا نفل نماز بلا عذر بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں۔

قضا نفل نماز مکروہ اوقات میں ادا کرنے کا حکم:

عام قضا نمازوں کی طرح قضا نفل نماز سورج کے طلوع، زوال اور غروب کے تین ممنوع و مکروہ اوقات میں ادا کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کسی شخص نے مکروہ اوقات ہی میں نفل نماز شروع کر کے توڑ دی یا وہ خود فاسد ہو گئی تو اس صورت میں وہ قضا نفل نماز کسی اور مکروہ وقت میں ادا کرنا جائز ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مکروہ اوقات میں نفل نماز شروع کر کے توڑ دینے کا حکم:

مکروہ اوقات میں نفل نماز ادا کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کسی شخص نے مکروہ اوقات میں نفل نماز شروع کی تو یہ بھی اس کے ذمے واجب ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں یہ ضروری ہے کہ اس کو توڑ دیا جائے اور مکروہ وقت ختم ہو جانے کے بعد اس کو قضا کی نیت سے ادا کیا جائے، البتہ اس صورت میں یہ قضا نماز بعد میں کسی مکروہ وقت میں بھی ادا کرنا درست ہے، لیکن اگر کسی نے یہ نفل نماز نہیں توڑی بلکہ مکمل کر لی تو اس کی یہ نماز کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی یعنی اس کو مکروہ وقت میں نفل نماز ادا کرنے کا گناہ تو مل جائے گا البتہ اس کے ذمے اس کی قضا واجب نہیں ہو گی۔ (رد المحتار، احسن الفتاویٰ باب الوتر والنوافل)

نابالغ پر نفل نماز توڑنے کی قضا واجب نہیں:

نابالغ اگر نفل نماز شروع کر کے توڑ دے یا وہ خود فاسد ہو جائے تو اس کے ذمے اس کی قضا واجب نہیں۔

مذکورہ احکام تمام نفل نمازوں کے لیے ہیں:

مذکورہ احکام تہجد، اشراق، چاشت، اوّابین، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، صلاۃ الحاجۃ، صلاۃ التوبۃ، صلاۃ الشکر اور صلاۃ الاستخارہ سمیت تمام نفل نمازوں کے لیے ہیں۔

فقہی عبارات

- الموسوعة الفقهية الكويتية:

يَلْزَمُ النَّفل بِالشُّرُوعِ فِيهِ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ وَالْمَالِكِيَّةِ؛ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: «وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ». وَلأَنَّ مَا أَدَّاهُ صَارَ لِلّٰهِ تَعَالَى فَوَجَبَ صِيَانَتُهُ بِلُزُومِ الْبَاقِي.

(صَلَاةٌ: صَلَاةُ التَّطَوُّعِ: الشُّرُوعُ فِي صَلَاةِ التَّطَوُّعِ)

- البحر الرائق شرح كنز الدقائق:

(قَوْلُهُ: وَقَضَى رَكْعَتَيْنِ لَوْ نَوَى أَرْبَعًا وَأَفْسَدَهُ بَعْدَ الْقُعُودِ الْأَوَّلِ أَوْ قَبْلَهُ) يَعْنِي فَيَلْزَمُهُ الشَّفْعُ الثَّانِي إنْ أَفْسَدَهُ بَعْدَ الْقُعُودِ الْأَوَّلِ وَالشُّرُوعِ فِي الثَّانِي وَالشَّفْعِ الْأَوَّلِ فَقَطْ إنْ أَفْسَدَهُ قَبْلَ الْقُعُودِ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ لَا يَلْزَمُهُ بِتَحْرِيمَةِ النَّفْلِ أَكْثَرُ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَإِنْ نَوَى أَكْثَرَ مِنْهُمَا، وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ عَنْ أَصْحَابِنَا إلَّا بِعَارِضِ الِاقْتِدَاءِ، وَصَحَّحَ فِي «الْخُلَاصَةِ» رُجُوعَ أَبِي يُوسُفَ إلَى قَوْلِهِمَا فَهُوَ بِاتِّفَاقِهِمْ؛ لِأَنَّ الْوُجُوبَ بِسَبَبِ الشُّرُوعِ لَمْ يَثْبُتْ وَضْعًا بَلْ لِصِيَانَةِ الْمُؤَدِّي وَهُوَ حَاصِلٌ بِتَمَامِ الرَّكْعَتَيْنِ فَلَا تَلْزَمُ الزِّيَادَةُ بِلَا ضَرُورَةٍ قَيْدٍ بِقَوْلِهِ: «نَوَى أَرْبَعًا»؛ لِأَنَّهُ لَوْ شَرَعَ فِي النَّفْلِ وَلَمْ يَنْوِ لَا يَلْزَمُهُ إلَّا رَكْعَتَانِ اتِّفَاقًا. وَقَيَّدَ بِالشُّرُوعِ؛ لِأَنَّهُ لَوْ نَذَرَ صَلَاةً وَنَوَى أَرْبَعًا لَزِمَهُ أَرْبَعٌ بِلَا خِلَافٍ كَمَا فِي «الْخُلَاصَةِ»؛ لِأَنَّ سَبَبُ الْوُجُوبِ فِيهِ هُوَ النَّذْرُ بِصِيغَتِهِ وَضْعًا. وَأَطْلَقَ فِي النَّفْلِ فَشَمَلَ السُّنَّةَ الْمُؤَكَّدَةَ كَسُنَّةِ الظُّهْرِ فَلَا يَجِبُ بِالشُّرُوعِ فِيهَا إلَّا رَكْعَتَانِ حَتَّى لَوْ قَطَعَهَا قَضَى رَكْعَتَيْنِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ عَنْ أَصْحَابِنَا؛ لِأَنَّهَا نَفْلٌ، وَعَلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ: يَقْضِي أَرْبَعًا فِي التَّطَوُّعِ، فَفِي السُّنَّةِ أَوْلَى. وَمِنَ الْمَشَايِخِ مَنِ اخْتَارَ قَوْلَهُ فِي السُّنَّةِ الْمُؤَكَّدَةِ؛ لِأَنَّهَا صَلَاةٌ وَاحِدَةٌ بِدَلِيلِ الْأَحْكَامِ مِنْ أَنَّهُ لَا يَسْتَفْتِحُ فِي الشَّفْعِ الثَّانِي. وَلَوْ أَخْبَرَ الشَّفِيعُ بِالْبَيْعِ فَانْتَقَلَ إلَى الشَّفِيعِ الثَّانِي لَا تَبْطُلُ شُفْعَتُهُ، وَكَذَا الْمُخَيَّرَةُ وَتَمْنَعُ صِحَّةَ الْخَلْوَةِ. وَظَاهِرُ مَا فِي «فَتْحِ الْقَدِيرِ» وَ«التَّبْيِينِ» وَ«الْبَدَائِعِ» الِاتِّفَاقُ عَلَى هَذِهِ الْأَحْكَامِ، وَيَنْبَغِي أَنْ تَخْتَصَّ بِقَوْلِ أَبِي يُوسُفَ، وَتَنْعَكِسُ عَلَى مَا هُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ، لَكِنْ ذَكَرَ فِي «شَرْحِ مُنْيَةِ الْمُصَلِّي» أَنَّ هَذِهِ الْأَحْكَامَ مُسَلَّمَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْمَذْهَبِ، فَلِذَا اخْتَارَ ابْنُ الْفَضْلِ قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ، وَنَصَّ صَاحِبُ «النِّصَابِ»

عَلَى أَنَّهُ لَا يَصِحُّ حَيْثُ قَالَ: وَإِنْ قَطَعَ سُنَّةَ الظُّهْرِ عَلَى رَأْسِ الرَّكْعَتَيْنِ أَوِ الثَّالِثَةِ وَشَرَعَ فِي الْفَرْضِ لَزِمَهُ قَضَاءُ الْأَرْبَعِ، وَهُوَ الْأَصَحُّ؛ لِأَنَّهُ بِالشُّرُوعِ صَارَ بِمَنْزِلَةِ الْفَرْضِ، انْتَهَى.
(بَابُ الْوِتْرِ وَالنَّوَافِلِ)

- منحة الخالق:

(قَوْلُهُ: وَعَلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ إلَخْ) قَالَ فِي «النَّهْرِ»: قَدْ عَلِمْت رُجُوعَهُ، فَالْخِلَافُ لَيْسَ بِنَاءً عَلَى قَوْلِهِ، بَلْ اخْتِيَارٌ لِبَعْضِ الْمَشَايِخِ، وَعَزَاهُ فِي «الدِّرَايَةِ» لِلْفَضْلِيِّ، وَعَلَيْهِ فَيَنْبَغِي أَنْ لَا فَرْقَ فِي وُجُوبِ الْأَرْبَعِ بَيْنَ نِيَّتِهَا أَوْ لَا؛ لِأَنَّهَا صَلَاةٌ وَاحِدَةٌ. (قَوْلُهُ: وَظَاهِرُ مَا فِي «فَتْحِ الْقَدِيرِ» وَ«التَّبْيِينِ» وَ«الْبَدَائِعِ» إلَخْ) أَقُولُ: نَعَمْ مَا فِي «الْفَتْحِ» وَ«التَّبْيِينِ» ظَاهِرُهُ ذَلِكَ، وَأَمَّا مَا فِي «الْبَدَائِعِ» فَلَا بَلْ ظَاهِرُهُ الْخِلَافُ فَإِنَّهُ قَالَ: وَمِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنْ مَشَايِخِنَا مَنِ اخْتَارَ قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ فِيمَا يُؤَدِّي مِنَ الْأَرْبَعِ مِنْهَا بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ وَهُوَ الْأَرْبَعُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالُوا: لَوْ قَطَعَهَا يَقْضِي أَرْبَعًا، وَلَوْ أَخْبَرَ بِالْبَيْعِ فَانْتَقَلَ إلَى الشَّفْعِ الثَّانِي لَا تَبْطُلُ شُفْعَتُهُ وَيَمْنَعُ صِحَّةَ الْخَلْوَةِ اهـ.
(بَابُ الْوِتْرِ وَالنَّوَافِلِ)

- الدر المختار:

(وَقَضَى رَكْعَتَيْنِ لَوْ نَوَى أَرْبَعًا) غَيْرَ مُؤَكَّدَةٍ عَلَى اخْتِيَارِ الْحَلَبِيِّ وَغَيْرِهِ (وَنَقَضَ فِي) خِلَالِ (الشَّفْعِ الْأَوَّلِ أَوِ الثَّانِي).

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَقَضَى رَكْعَتَيْنِ) هُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ. وَصَحَّحَ فِي «الْخُلَاصَةِ» رُجُوعَ أَبِي يُوسُفَ عَنْ قَوْلِهِ أَوَّلًا بِقَضَاءِ الْأَرْبَعِ إلَى قَوْلِهِمَا، فَهُوَ بِاتِّفَاقِهِمْ؛ لِأَنَّ الْوُجُوبَ بِسَبَبِ الشُّرُوعِ لَمْ يَثْبُتْ وَضْعًا بَلْ لِصِيَانَةِ الْمُؤَدَّى وَهُوَ حَاصِلٌ بِتَمَامِ الرَّكْعَتَيْنِ، فَلَا تَلْزَمُ الزِّيَادَةُ بِلَا ضَرُورَةٍ، «بَحْرٌ». (قَوْلُهُ: لَوْ نَوَى أَرْبَعًا) قَيَّدَ بِهِ؛ لِأَنَّهُ لَوْ شَرَعَ فِي النَّفْلِ وَلَمْ يَنْوِ لَا يَلْزَمُهُ إلَّا رَكْعَتَانِ اتِّفَاقًا. وَقَيَّدَ بِالشُّرُوعِ؛ لِأَنَّهُ لَوْ نَذَرَ صَلَاةً وَنَوَى أَرْبَعًا لَزِمَهُ أَرْبَعٌ بِلَا خِلَافٍ كَمَا فِي «الْخُلَاصَةِ»؛ لِأَنَّ سَبَبَ الْوُجُوبِ فِيهِ هُوَ النَّذْرُ بِصِيغَتِهِ وَضْعًا، «بَحْرٌ». (قَوْلُهُ: عَلَى اخْتِيَارِ الْحَلَبِيِّ وَغَيْرِهِ) حَيْثُ قَالَ فِي

«شَرْحِ الْمُنْيَةِ»: أَمَّا إِذَا شَرَعَ فِي الْأَرْبَعِ الَّتِي قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَبْلَ الْجُمُعَةِ أَوْ بَعْدَهَا ثُمَّ قَطَعَ فِي الشَّفْعِ الْأَوَّلِ أَوِ الثَّانِي يَلْزَمُهُ قَضَاءُ الْأَرْبَعِ بِاتِّفَاقٍ؛ لِأَنَّهَا لَمْ تُشْرَعْ إِلَّا بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ، فَإِنَّهَا لَمْ تُنْقَلْ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِلَّا كَذَلِكَ، فَهِيَ بِمَنْزِلَةِ صَلَاةٍ وَاحِدَةٍ، وَلِذَا لَا يُصَلِّي فِي الْقَعْدَةِ الْأُولَى وَلَا يَسْتَفْتِحُ فِي الثَّالِثَةِ. وَلَوْ أَخْبَرَ الشَّفِيعُ بِالْبَيْعِ وَهُوَ فِي الشَّفْعِ الْأَوَّلِ مِنْهَا فَأَكْمَلَ لَا تَبْطُلُ شُفْعَتُهُ، وَكَذَا الْمُخَيَّرَةُ لَا يَبْطُلُ خِيَارُهَا، وَكَذَا لَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ وَهُوَ فِيهِ فَأَكْمَلَ لَا تَصِحُّ الْخَلْوَةُ وَلَا يَلْزَمُهُ كَمَالُ الْمَهْرِ لَوْ طَلَّقَهَا، بِخِلَافِ مَا لَوْ كَانَ نَفْلًا آخَرَ فَإِنَّ هَذِهِ الْأَحْكَامَ تَنْعَكِسُ. اهـ. وَذَكَرَ فِي «الْبَحْرِ» أَنَّهُ اخْتَارَهُ الْفَضْلِيُّ، وَقَالَ فِي «النِّصَابِ» إِنَّهُ الْأَصَحُّ؛ لِأَنَّهُ بِالشُّرُوعِ صَارَ بِمَنْزِلَةِ الْفَرْضِ، لَكِنْ ذَكَرَ فِي «الْبَحْرِ» قَبْلَ ذَلِكَ أَنَّهُ لَا يَجِبُ بِالشُّرُوعِ فِيهَا إِلَّا رَكْعَتَانِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ عَنْ أَصْحَابِنَا؛ لِأَنَّهَا نَفْلٌ. قُلْت: وَظَاهِرُ «الْهِدَايَةِ» وَغَيْرِهَا تَرْجِيحُهُ. (بَابُ الْوِتْرِ وَالنَّوَافِلِ)

- رد المحتار على الدر المختار:

أَقُولُ: لَكِنْ تَقَدَّمَ فِي بَابِ النَّوَافِلِ أَنَّهُ يَقْضِي رَكْعَتَيْنِ لَوْ نَوَى أَرْبَعًا وَأَفْسَدَهُ، وَأَنَّهُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ عَنْ أَصْحَابِنَا وَعَلَيْهِ الْمُتُونُ، وَأَنَّهُ صَحَّحَ فِي «الْخُلَاصَةِ» رُجُوعَ أَبِي يُوسُفَ إِلَيْهِ، وَصَرَّحَ فِي «الْبَحْرِ» أَنَّهُ يَشْمَلُ السُّنَّةَ الْمُؤَكَّدَةَ كَسُنَّةِ الظُّهْرِ، حَتَّى لَوْ قَطَعَهَا قَضَى رَكْعَتَيْنِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، وَأَنَّ مِنَ الْمَشَايِخِ مَنِ اخْتَارَ قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ فِي السُّنَنِ الْمُؤَكَّدَةِ، وَاخْتَارَهُ ابْنُ الْفَضْلِ وَصَحَّحَهُ فِي «النِّصَابِ»، وَقَدَّمْنَا هُنَاكَ أَنَّ ظَاهِرَ «الْهِدَايَةِ» وَغَيْرِهَا تَرْجِيحُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، فَحَيْثُ كَانَتِ الْمُتُونُ عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ مِنْ أَنَّهُ لَا يَلْزَمُهُ بِالشُّرُوعِ فِي السُّنَنِ إِلَّا رَكْعَتَانِ لَمْ تَكُنْ فِي حُكْمِ صَلَاةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، وَلَمْ يَكُنْ فِي التَّسْلِيمِ عَلَى الرَّكْعَتَيْنِ إِبْطَالًا لَهَا وَإِبْطَالَ وَصْفِ السُّنِّيَّةِ لِمَا هُوَ أَقْوَى مِنْهُ مَعَ إِمْكَانِ تَدَارُكِهَا بِالْقَضَاءِ بَعْدَ الْفَرْضِ لَا مَحْذُورَ فِيهِ فَتَدَبَّرْ.

(بَابُ إِدْرَاكِ الْفَرِيضَةِ)

- الدر المختار:

(وَلَزِمَ نَفْلٌ شَرَعَ فِيهِ) بِتَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ أَوْ بِقِيَامِ الثَّالِثَةِ شُرُوعًا صَحِيحًا (قَصْدًا) ...... (وَلَوْ

عِنْدَ غُرُوبٍ وَطُلُوعٍ وَاسْتِوَاءٍ) عَلَى الظَّاهِرِ (فَإِنْ أَفْسَدَهُ حَرُمَ) «وَلا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ» [محمد: ٣٣] (إِلَّا بِعُذْرٍ، وَوَجَبَ قَضَاؤُهُ) وَلَوْ فَسَادُهُ بِغَيْرِ فِعْلِهِ ... إلخ.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: إِلَّا بِعُذْرٍ) اسْتِثْنَاءٌ مِنْ قَوْلِهِ: «حَرُمَ» أَيْ إِنَّهُ عِنْدَ الْعُذْرِ لَا يَحْرُمُ إفْسَادُهُ، بَلْ قَدْ يُبَاحُ، وَقَدْ يُسْتَحَبُّ، وَقَدْ يَجِبُ كَمَا قَدَّمَهُ فِي آخِرِ مَكْرُوهَاتِ الصَّلَاةِ. وَمِنَ الْعُذْرِ مَا إذَا كَانَ شُرُوعُهُ فِي وَقْتٍ مَكْرُوهٍ فَفِي «الْبَدَائِعِ»: الْأَفْضَلُ عِنْدَنَا أَنْ يَقْطَعَهَا، وَإِنْ أَتَمَّ فَقَدْ أَسَاءَ وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ أَدَّاهَا كَمَا وَجَبَتْ، فَإِذَا قَطَعَهَا لَزِمَهُ الْقَضَاءُ اهـ. قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْقَطْعُ وَاجِبًا خُرُوجًا عَنِ الْمَكْرُوهِ تَحْرِيمًا، وَلَيْسَ بِإِبْطَالٍ لِلْعَمَلِ؛ لِأَنَّهُ إبْطَالٌ لِيُؤَدِّيَهُ عَلَى وَجْهٍ أَكْمَلَ فَلَا يُعَدُّ إبْطَالًا. (قَوْلُهُ: وَوَجَبَ قَضَاؤُهُ) أَيْ وَلَوْ قَطَعَهُ بِعُذْرٍ وَلَوْ كَانَ لِكَرَاهَةِ الْوَقْتِ كَمَا عَلِمْت. قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَلَوْ قَضَاهُ فِي وَقْتٍ مَكْرُوهٍ آخَرَ أَجْزَأَهُ؛ لِأَنَّهَا وَجَبَتْ نَاقِصَةً، وَأَدَّاهَا كَمَا وَجَبَتْ فَيَجُوزُ كَمَا لَوْ أَتَمَّهَا فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ. (بَابُ الْوِتْرِ وَالنَّوَافِلِ)

- رد المحتار على الدر المختار:

مَطْلَبٌ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الدَّابَّةِ:

(قَوْلُهُ: وَيَتَنَفَّلُ الْمُقِيمُ رَاكِبًا إلَخْ) أَيْ بِلَا عُذْرٍ، أَطْلَقَ النَّفَلَ فَشَمِلَ السُّنَنَ الْمُؤَكَّدَةَ إلَّا سُنَّةَ الْفَجْرِ كَمَا مَرَّ، وَأَشَارَ بِذِكْرِ الْمُقِيمِ أَنَّ الْمُسَافِرَ كَذَلِكَ بِالْأَوْلَى. وَاحْتَرَزَ بِالنَّفْلِ عَنِ الْفَرْضِ وَالْوَاجِبِ بِأَنْوَاعِهِ كَالْوِتْرِ وَالْمَنْذُورِ وَمَا لَزِمَ بِالشُّرُوعِ وَالْإِفْسَادِ وَصَلَاةِ الْجِنَازَةِ وَسَجْدَةٍ تُلِيَتْ عَلَى الْأَرْضِ فَلَا يَجُوزُ عَلَى الدَّابَّةِ بِلَا عُذْرٍ لِعَدَمِ الْحَرَجِ كَمَا فِي «الْبَحْرِ». (بَابُ الْوِتْرِ وَالنَّوَافِلِ)

- بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع:

وَلَوِ افْتَتَحَ التَّطَوُّعَ وَقْتَ طُلُوعِ الشَّمْسِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ قَضَاهَا وَقْتَ تَغَيُّرِ الشَّمْسِ أَجْزَأَهُ؛ لِأَنَّهَا وَجَبَتْ نَاقِصَةً وَأَدَّاهَا كما وَجَبَتْ فَيَجُوزُ كما لو أَتَمَّهَا في ذلك الْوَقْتِ. ثُمَّ الشُّرُوعُ إنَّمَا يَكُونُ سَبَبَ الْوُجُوبِ إذَا صَحَّ، فَأَمَّا إذَا لم يَصِحَّ فَلَا حتى لو شَرَعَ في التَّطَوُّعِ على غَيْرِ وُضُوءٍ أو في ثَوْبٍ نَجِسٍ لَا يَلْزَمُهُ الْقَضَاءُ. (فَصْلٌ وَأَمَّا بَيَانُ مِقْدَارِ ما يَلْزَمُ منه بِالشُّرُوعِ)

- حاشية الشِّلْبِيِّ على تبيين الحقائق:

(قَوْلُهُ: دُونَ نَفْلِ الْبَالِغِ) أَيْ حَيْثُ لَا يَجِبُ بِالشُّرُوعِ نَفْلُهُ. اهـ. كَاكِيٌّ. (باب الإمامة)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
28 صفر المظفر 1443ھ/6 اکتوبر 2021

مقالہ نمبر 3:

طہارت کے معاملے میں معذور ہونے کی وضاحت

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

طہارت کے معاملے میں معذور ہونے کی حقیقت:

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسے: پیشاب کا نکلنا، زخم سے خون کا نکلنا، ریح کا خارج ہونا، عورت کو لیکوریا کا آنا وغیرہ، یہ ساری چیزیں جب اپنی عام حالت میں پیش آتی رہیں تب تو ان کی وجہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم بالکل واضح ہوتا ہے کہ تقریباً ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن جب ان وضو توڑنے والی چیزوں میں سے کوئی چیز بار بار یا کثرت سے پیش آنی لگتی ہے تو اُس وقت یہ پریشانی سامنے آتی ہے کہ اس صورتحال میں طہارت یعنی وضو کا کیا حکم ہوگا؟ کیا وضو ٹوٹنے کے بعد ہر بار وضو کرنا پڑے گا یا ایک ہی بار وضو کرلینا کافی ہوگا؟

بعض لوگوں کو جب مذکورہ صورتحال پیش آجاتی ہے تو وہ اہلِ علم سے صحیح مسئلہ معلوم کیے بغیر ہی وضو کے معاملے میں اپنے آپ کو معذور سمجھ لیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ وضو ٹوٹنے کے بعد بھی وضو کا خاص اہتمام نہیں کرتے، جس کے نتیجے میں اپنی نمازیں بھی خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔

ذیل میں یہ مسئلہ تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ یہ غلط فہمی دور ہوسکے۔

وضو توڑنے والی چیزوں سے متعلق عام اصول:

شریعت کا عام اصول یہ ہے جو کہ ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ جب کسی مرد یا عورت کو وضو توڑنے والی کوئی چیز پیش آجائے تو اس کی وجہ سے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، چاہے یہ عام حالت میں پیش آئے یا نماز کی حالت میں، اور چاہے انفرادی نماز میں پیش آئے یا باجماعت نماز میں؛ سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اس لیے جب وضو توڑنے والی کوئی چیز پیش آجائے تو اس کے بعد وضو کرنا ضروری ہوتا ہے۔ البتہ جب یہ وضو توڑنی والی چیزیں کسی شخص کو کثرت سے یا مسلسل پیش آنی لگتی ہیں تو یہ عام حالت سے ہٹ کر عذر کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور ایسا شخص معذور کہلاتا ہے، تاہم وضو توڑنے والی کوئی چیز کثرت سے پیش آنے کے باوجود بھی ہر شخص معذور نہیں کہلاتا بلکہ معذور بننے کے لیے مخصوص شرط ہے، جس کی تفصیل آگے ذکر کی جارہی ہے، ان شاء اللہ۔

طہارت کے معاملے میں آدمی معذور کب بنتا ہے؟

جس مرد یا عورت کو وضو توڑنے والی چیزوں میں سے کوئی چیز بار بار یا کثرت سے پیش آنے کی شکایت ہو جیسے: بار بار پیشاب یا مذی کے قطرے نکلتے ہوں، بار بار ریح خارج ہو جاتی ہو یا زخم سے مسلسل خون نکلتا رہتا ہو وغیرہ، تو صرف ان چیزوں کے بار بار یا کثرت سے پیش آنے کی وجہ سے کوئی شخص معذور نہیں بنتا، بلکہ اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: اگر نماز کا وقت ختم ہو جانے تک وہ وضو توڑنے والی چیز اتنے وقت کے لیے رُک جاتی ہو کہ جس میں وضو کر کے طہارت کے ساتھ نماز ادا کی جا سکتی ہو تو ایسی صورت میں وہ شخص شرعی طور پر طہارت کے معاملے میں معذور نہیں ہے بلکہ وہ شخص وقت کے اندر اس وضو توڑنے والی چیز کے رکنے کا انتظار کرے گا پھر اس کے بعد وضو کر کے نماز ادا کرے گا۔

دوسری صورت: اگر وہ وضو توڑنے والی چیز اس قدر مسلسل پیش آرہی ہو کہ نماز کا وقت ختم ہونے تک اتنے وقت کے لیے بھی نہ رکتی ہو کہ جس میں وضو کر کے نماز ادا کی جا سکے تو اس صورت میں عذر ثابت ہو جاتا ہے اور ایسا شخص شریعت کی نظر میں طہارت اور نماز کے معاملے میں معذور کہلایا جاتا ہے۔

عذر کا ثبوت، بقا اور اختتام:

طہارت اور نماز کے معاملے میں معذور قرار دیے جانے والے شخص کے لیے عذر کے حوالے سے تین باتیں جاننا ضروری ہیں:

- عذر کب ثابت ہوتا ہے یعنی آدمی کب معذور قرار پاتا ہے؟
- عذر کب تک برقرار رہتا ہے یعنی کب تک آدمی کو معذور قرار دیا جائے گا؟
- عذر کب ختم ہوتا ہے یعنی آدمی معذور ہونے سے کب نکل کر عام حالت میں آجاتا ہے؟

جہاں تک پہلی بات یعنی عذر ثابت ہونے کا تعلق ہے تو ماقبل میں یہ بات ذکر ہوئی کہ جس شخص کو وضو

توڑنے والی کوئی چیز اس قدر مسلسل پیش آرہی ہو کہ نماز کا وقت ختم ہونے تک اتنے وقت کے لیے بھی نہ رکتی ہو کہ جس میں وضو کرکے نماز ادا کی جاسکے تو اس صورت میں عذر ثابت ہوجاتا ہے اور ایسا شخص شریعت کی نظر میں طہارت اور نماز کے معاملے میں معذور کہلایا جاتا ہے۔ جہاں تک دوسری بات یعنی عذر برقرار رہنے کا تعلق ہے تو جب تک مذکورہ صورتحال باقی رہے گی تو وہ معذور ہی کہلائے گا، اور آدمی کو معذور قرار دیے جانے کے بعد عذر برقرار رہنے کے لیے نماز کے پورے وقت میں صرف ایک بار بھی اس عذر کا پایا جانا کافی ہے کہ اگر ایک بار بھی وہ وضو توڑنے والی چیز پیش آگئی تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ عذر برقرار ہے، گویا کہ عذر اُس وقت تک برقرار رہے گا جب کسی نماز کے پورے وقت میں صرف ایک بار بھی وہ وضو توڑنے والی چیز پیش آجائے، اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ عذر برقرار ہے اور اس پر معذور ہی کے احکام جاری ہوں گے۔ جہاں تک تیسری بات یعنی عذر کے ختم ہونے کا تعلق ہے تو یہ معذوری تب ختم ہوگی جب کسی نماز کے مکمل وقت میں ایک بار بھی یہ عذر نہ پایا جائے یعنی وہ وضو توڑنے والی چیز پیش نہ آئے، سو جب یہ صورتحال پیش آجائے تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ عذر ختم ہوچکا ہے، اس لیے اب ایسے شخص پر معذوری کی بجائے عام حالات کے احکام ہی لاگو ہوں گے۔

معذور شخص کے لیے وضو کا حکم:

ماقبل کی تفصیل کے مطابق شرعی طور پر جو شخص طہارت کے معاملے میں معذور ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ فرض نماز کا وقت داخل ہوجانے کے بعد ایک بار وضو کرلے پھر اسی وضو کے ذریعے وہ جو بھی عبادت کرے چاہے فرض نماز ادا کرے، نفلی نماز ادا کرے یا تلاوت کرے؛ سب جائز ہے اگرچہ وہ وضو توڑنے والی چیز پیش آرہی ہو، ایسی صورت میں اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ معذور شخص کا وضو اُس عذر کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا، البتہ جیسے ہی اُس فرض نماز کا وقت ختم ہوجائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، اب مزید نماز اور عبادت کے لیے نیا وضو کرنا پڑے گا۔

وضاحتیں:

1۔ معذور شخص کا وضو فرض نماز کا وقت نکل جانے سے ٹوٹ جاتا ہے، جیسے اگر کسی معذور شخص نے ظہر کی نماز کے لیے وضو کیا تو ظہر کا وقت ختم ہوتے ہی اس کا وضو بھی ٹوٹ جائے گا، اب عصر کے وقت میں عصر کی نماز کے لیے دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔

2۔ اگر کسی معذور شخص نے سورج طلوع ہو جانے کے بعد اشراق کی نماز یا کسی اور نماز کے لیے وضو کیا، پھر ظہر کا وقت داخل ہو گیا تو وقت داخل ہونے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، بلکہ اس کا وضو برقرار رہے گا کیوں کہ ماقبل میں بیان ہوا کہ معذور کا وضو وقت داخل ہونے سے نہیں بلکہ وقت نکل جانے سے ٹوٹ جاتا ہے، جبکہ اس صورت میں وقت داخل ہوا ہے، نکلا نہیں ہے۔

3۔ معذور شخص جس عذر کی وجہ سے معذور بنا ہے اُس عذر کی وجہ سے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا البتہ اگر وضو توڑنے والی کوئی اور چیز پیش آجائے تو اس سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

4۔ جو شخص بار بار ریح خارج ہونے کے معاملے میں معذور کے حکم میں داخل ہو جائے تو جب تک وہ معذور ہے اُس وقت تک نیند سے اس شخص کا وضو نہیں ٹوٹے گا، کیوں کہ نیند سے وضو ٹوٹنے کا اصل سبب خروجِ ریح ہے جبکہ خروجِ ریح سے ایسے معذور شخص کا وضو نہیں ٹوٹتا۔

5۔ ماقبل میں جو معذور کا حکم بیان ہوا وہ ہر اُس مرد اور عورت کے لیے ہے جس کا وضو نہ ٹھہرتا ہو جیسے کسی کو خروجِ ریح کا مرض ہے یا کسی کے زخم سے نکلنے والا خون نہیں رُکتا یا اس جیسا کوئی اور وضو توڑنے والا مرض ہے؛ تو ایسے تمام حضرات مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق عمل کریں، اور مزید تفصیلات کے لیے مستند اہلِ علم سے رابطہ فرمائیں۔

6۔ جو شخص معذور ہو یا اس کو وضو توڑنے والی چیز بار بار پیش آتی ہو یا زخم سے مسلسل خون نکلتا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کی روک تھام کی بھرپور کوشش کرے اور اس کے لیے ہر ممکنہ تدبیر اختیار کرے تاکہ صحیح صورتحال سامنے آسکے اور اس کے بعد وضو اور نمازوں کی ادائیگی کا صحیح حکم واضح ہو سکے۔

معذوری کی صورت میں جسم اور کپڑوں کی پاکی کا حکم:

پیشاب، خون، لیکوریا، مذی وغیرہ یہ ساری چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں اور ایسی نجاستِ غلیظہ اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر بدن یا کپڑوں پر شرعی درہم کے پھیلاؤ سے زیادہ لگ جائے تو اس کو پاک کرنا ضروری ہے، اس کے ہوتے ہوئے نماز درست نہیں ہوگی، اور اگر کسی شخص نے اس کے ساتھ ہی نماز ادا کرلی ہے تو وہ نماز ادا نہیں ہوئی، اس لیے اس کو دوبارہ ادا کرنا ضروری ہے۔ البتہ اگر یہ نجاست شرعی درہم کے پھیلاؤ کے برابر یا اس سے کم لگ جائے تو معاف ہے، اس لیے اگر کسی شخص نے اس کے ہوتے ہوئے نماز ادا کرلی تو نماز ادا ہو جائے گی، چاہے اس کو اس نجاست کے لگنے کا علم ہو یا نہ ہو، البتہ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ اس کو بھی دور کردیا جائے کیوں کہ یہی احتیاط کا تقاضا ہے، اس لیے کہ متعدد اہلِ علم نے درہم کے بقدر نجاست پاک نہ کرنے کو بُرا اور مکروہ قرار دیا ہے۔

کپڑے اور جسم دھونے کا مذکورہ حکم تو عام حالات کا ہے جب آدمی طہارت کے معاملے میں معذور نہ ہو، البتہ جو شخص طہارت کے معاملے میں معذور ہو اور صورتحال یہ ہو کہ جسم دھونے یا کپڑے دھونے یا تبدیل کرنے کے بعد نماز کی ادائیگی سے پہلے ہی وہ دوبارہ ناپاک ہو جاتے ہوں تو ایسی صورت میں اس کے لیے جسم دھونا یا کپڑے دھونا یا تبدیل کرنا ضروری نہیں، بلکہ اسی حالت میں نماز ادا کرلینا درست ہے۔

شرعی درہم کی پیمائش:

1۔ شرعی درہم کی محتاط پیمائش ایک ایسا دائرہ ہے جس کا قُطر 2.75 سینٹی میٹر ہو، اس کی گولائی تقریباً 8.64 سینٹی میٹر ہو اور اس کا کل رقبہ 5.94 مربع سینٹی میٹر ہو۔

2۔ شرعی درہم کی آسان پیمائش یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ ہتھیلی میں پانی لے کر ہتھیلی کو پھیلایا جائے تو اطراف کا پانی گر جانے کے بعد ہتھیلی کے گہراؤ کے جتنے حصے میں پانی باقی رہ جائے اتنی مقدار درہم کی پیمائش ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ، احسن الفتاویٰ و دیگر کتبِ فقہیہ)

تنبیہ: چوں کہ معذور کے مسائل کچھ پیچیدہ ہیں اس لیے زیرِ نظر تحریر میں عام فہم انداز میں معذور سے متعلق چند بنیادی مسائل ذکر کیے گئے ہیں، اس لیے مزید تفصیلات کے لیے اہلِ علم سے رابطہ فرمائیں۔

فقہی عبارات

- *نور الایضاح:*

حكم الاستحاضة وما يشابهها: ودم الاستحاضة كرعاف دائم لا يمنع صلاة ولا صوما ولا وطأ، وتتوضأ المستحاضة ومن به عذر كسلس بول واستطلاق بطن لوقت كل فرض، ويصلون به ما شاءوا من الفرائض والنوافل، ويبطل وضوء المعذورين بخروج الوقت فقط.

متى يثبت العذر؟

ولا يصير معذورا حتى يستوعبه العذر وقتا كاملا ليس فيه انقطاع بقدر الوضوء والصلاة، وهذا شرط ثبوته، وشرط دوامه وجوده في كل وقت بعد ذلك ولو مرة، وشرط انقطاعه وخروج صاحبه عن كونه معذورا خلو وقت كامل عنه.

- *الدر المختار:*

(وَإِنْ سَالَ عَلَى ثَوْبِهِ) فَوْقَ الدِّرْهَمِ (جَازَ لَهُ أَنْ لَا يَغْسِلَهُ إنْ كَانَ لَوْ غَسَلَهُ تَنَجَّسَ قَبْلَ الْفَرَاغِ مِنْهَا) أَيْ الصَّلَاةِ (وَإِلَّا) يَتَنَجَّسْ قَبْلَ فَرَاغِهِ (فَلَا) يَجُوزُ تَرْكُ غَسْلِهِ، هُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوَى.
(باب الحيض)

- *فتاویٰ ہندیہ:*

الْفَصْلُ الثَّانِي فِي الْأَعْيَانِ النَّجِسَةِ: وَهِيَ نَوْعَانِ: الْأَوَّلُ الْمُغَلَّظَةُ وَعُفِيَ منها قَدْرُ الدِّرْهَمِ، وَاخْتَلَفَتِ الرِّوَايَاتُ فيه، وَالصَّحِيحُ أَنْ يُعْتَبَرَ بِالْوَزْنِ فِي التَّجَاسَةِ الْمُتَجَسِّدَةِ وهو أَنْ يَكُونَ وَزْنُهُ قَدْرَ الدِّرْهَمِ الْكَبِيرِ الْمِثْقَالِ، وَبِالْمِسَاحَةِ فِي غَيْرِهَا وهو قَدْرُ عَرْضِ الْكَفِّ، هَكَذَا فِي «التَّبْيِينِ» وَ«الْكَافِي» وَأَكْثَرُ الْفَتَاوَى. وَالْمِثْقَالُ وَزْنُهُ عِشْرُونَ قِيرَاطًا، وَعَنْ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ: يُعْتَبَرُ فِي كل زَمَانٍ بِدِرْهَمِهِ، وَالصَّحِيحُ الْأَوَّلُ، هَكَذَا فِي «السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ» نَاقِلًا عن «الْإِيضَاحِ». كُلُّ ما يَخْرُجُ من بَدَنِ الْإِنْسَانِ

مِمَّا يُوجِبُ خُرُوجُهُ الْوُضُوءَ أو الْغُسْلَ فَهُوَ مُغَلَّظٌ كَالْغَائِطِ وَالْبَوْلِ وَالْمَنِيِّ وَالْمَذْيِ وَالْوَدْيِ وَالْقَيْحِ وَالصَّدِيدِ وَالْقَيْءِ إذَا مَلَأَ الْفَمَ، كَذَا في «الْبَحْرِ الرَّائِقِ»، وَكَذَا دَمُ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَالِاسْتِحَاضَةِ، هَكَذَا في «السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ»، وَكَذَلِكَ بَوْلُ الصَّغِيرِ وَالصَّغِيرَةِ أَكَلَا أو لَا، كَذَا في «الِاخْتِيَارِ شَرْحِ الْمُخْتَارِ»، وَكَذَلِكَ الْخَمْرُ وَالدَّمُ الْمَسْفُوحُ وَلَحْمُ الْمَيْتَةِ وَبَوْلُ ما لَا يُؤْكَلُ وَالرَّوْثُ وَأَخْثَاءُ الْبَقَرِ وَالْعَذِرَةِ وَنَجْوُ الْكَلْبِ وَخُرْءُ الدَّجَاجِ وَالْبَطِّ وَالْإِوَزِّ نَجِسٌ نَجَاسَةً غَلِيظَةً، هَكَذَا في «فَتَاوَى قَاضِي خَانْ»، وَكَذَا خُرْءُ السِّبَاعِ وَالسِّنَّوْرِ وَالْفَأْرَةِ، هَكَذَا في «السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ». بَوْلُ الْهِرَّةِ وَالْفَأْرَةِ إذَا أَصَابَ الثَّوْبَ قال بَعْضُهُمْ: يُفْسِدُ إذَا زَادَ على قَدْرِ الدِّرْهَمِ وهو الظَّاهِرُ، هَكَذَا في «فَتَاوَى قَاضِي خَانْ» وَ«الْخُلَاصَةِ». خُرْءُ الْحَيَّةِ وَبَوْلُهَا نَجِسٌ نَجَاسَةً غَلِيظَةً وَكَذَا خُرْءُ الْعَلَقِ، كَذَا في «التَّتَارْخَانِيَّة». وَدَمُ الْحَلَمَةِ وَالْوَزَغَةِ نَجِسٌ إذَا كان سَائِلًا، كَذَا في «الظَّهِيرِيَّةِ»، فإذا أَصَابَ الثَّوْبَ أَكْثَرُ من قَدْرِ الدِّرْهَمِ يَمْنَعُ جَوَازَ الصَّلَاةِ، كَذَا في «الْمُحِيطِ». وَالثَّانِي: الْمُخَفَّفَةُ وَعُفِيَ منها ما دُونَ رُبعِ الثَّوْبِ كَذَا في أَكْثَرِ الْمُتُونِ. اخْتَلَفُوا في كَيْفِيَّةِ اعْتِبَارِ الرُّبْعِ قِيلَ: الْمُعْتَبَرُ رُبْعُ طَرَفٍ أَصَابَتْهُ النَّجَاسَةُ كَالذَّيْلِ وَالْكُمِّ وَالدِّخْرِيصِ إنْ كان الْمُصَابُ ثَوْبًا، وَرُبْعُ الْعُضْوِ الْمُصَابِ كَالْيَدِ وَالرِّجْلِ إنْ كان بَدَنًا، وَصَحَّحَهُ صَاحِبُ «التُّحْفَةِ» وَ«الْمُحِيطِ» وَ«الْبَدَائِعِ» وَ«الْمُجْتَبَى» وَ«السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ»، وفي «الْحَقَائِقِ»: وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، كَذَا في «الْبَحْرِ الرَّائِقِ». وَبَوْلُ ما يُؤْكَلُ لَحْمُهُ وَالْفَرَسُ وَخُرْءُ طَيْرٍ لَا يُؤْكَلُ مُخَفَّفٌ، هَكَذَا في «الْكَنْزِ».

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

23 ذو الحجہ 1442ھ/3 اگست 2021

مقالہ نمبر 4:

دکان و مکان میں بزرگوں کی تصاویر لٹکانے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

دکان و مکان میں بزرگوں کی تصاویر لٹکانے کا حکم:

بہت سے لوگ دینی احکام سے ناواقفیت کی وجہ سے اس غیر شرعی کام میں مبتلا ہیں کہ وہ اپنی دکان یا مکان میں اپنے بزرگوں کی تصاویر لٹکاتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے دکان و مکان میں برکت آئے اور کاروبار میں ترقی ہو۔ واضح رہے کہ یہ کام سراسر ناجائز اور سنگین گناہ ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

ذیل میں اس سے متعلق چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ مسئلہ کی تفصیل معلوم ہوسکے:

1۔ احادیث مبارکہ میں جاندار کی تصاویر بنانے کے بارے میں شدید وعیدیں بیان ہوئی ہیں، جن میں سے صرف ایک حدیث کو ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’قیامت کے دن سب سے شدید عذاب (جاندار کی) تصویر بنانے والے کو ہوگا۔‘‘ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

٥٩٥٠- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ مَسْرُوقٍ فِي دَارِ يَسَارِ بْنِ نُمَيْرٍ فَرَأَى فِي صُفَّتِهِ تَمَاثِيلَ فَقَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ».

ایسی شدید وعیدوں کے پیشِ نظر ایک مؤمن جاندار کی تصویر سازی کے اس سنگین گناہ کے ارتکاب کی جسارت نہیں کرسکتا اور نہ ہی شرعی احکام کے مقابلے میں خودساختہ باتوں کو اہمیت دے سکتا ہے۔

2۔ دکان یا مکان میں بزرگوں کی تصاویر لٹکانا بھی ناجائز ہے، حتی کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس مکان میں جاندار کی تصویر ہو اس میں (رحمت کے) فرشتے نہیں آتے۔‘‘ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

٥٩٤٩- حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيرُ».

اس سے معلوم ہوا کہ دکان یا مکان میں بزرگوں کی تصاویر لٹکانے سے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں

آتے۔ اور یہ تو ظاہر سی بات ہے کہ جب کسی مکان یا دکان میں رحمت کے فرشتے داخل نہ ہوتے ہوں تو وہاں برکتیں اور رحمتیں کیسے نازل ہو سکتی ہیں؟ بلکہ وہاں تو شیاطین کا بسیرا ہو گا اور نحوست اور بے برکتی پیدا ہو گی۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے کہ جو دکان یا مکان میں بزرگوں کی تصاویر لٹکانے سے برکتوں کی امید رکھتے ہیں۔ یہ کس قدر بڑی بھول ہے!!

3۔ ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ اپنی دکان یا مکان میں بزرگوں کی تصاویر لٹکانے میں دو گناہ ہیں: ایک تو تصویر بنانے کا اور دوسرا تصویر لٹکانے کا۔

4۔ زیرِ نظر مسئلے کا ایک قابلِ توجہ پہلو یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگوں نے اپنے اُن بزرگوں کی تصاویر بھی اپنی دکان و مکان میں لٹکائی ہوئی ہوتی ہیں کہ جو حیات ہوتے ہیں، ایسے میں وہ بزرگ جانتے ہوئے بھی اپنے ایسے معتقدین کو اس سنگین گناہ سے منع نہیں کرتے، بلکہ بعض تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اس کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔ یہ کس قدر افسوس ناک صورتحال ہے! اور ان بزرگوں کا یہ افسوس ناک طرزِ عمل خود ان کی بزرگی پر سوالیہ نشان لگا دیتا ہے کیوں کہ جو واقعتًا بزرگ ہوتے ہیں وہ ہر معاملے میں شریعت کے احکام کو مقدم رکھتے ہیں، تبھی تو وہ بزرگ کہلائے جانے کے مستحق ہوتے ہیں۔

حاصل یہ کہ دکان یا مکان میں بزرگوں کی تصاویر لٹکانا ایک ناجائز اور نحوست والا عمل ہے، جس سے اجتناب کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو اپنے گھروں میں اپنے خاندان کے بڑوں کی تصاویر لٹکاتے ہیں اور انھیں ایک یادگار قرار دیتے ہیں، یہ بھی سنگین گناہ ہے۔ معلوم ہوا کہ دکان یا مکان میں بزرگوں اور بڑوں کی تصاویر لٹکانا بہر صورت ناجائز اور گناہ ہے۔

- إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري:

(لا تدخل الملائكة) الحفظة وغيرهم (بيتًا فيه كلب) أو المراد ملائكة الوحي كجبريل وإسرافيل، لكن يلزم منه اقتصار النفي على عهده ﷺ؛ لأن الوحي انقطع بعده وبانقطاعه ينقطع نزولهم، فالمراد بالملائكة الذين ينزلون بالرحمة والمستغفرون للعبد، أما الحفظة فإنهم

لا يفارقون المكلف في كل حال، كما جزم به الخطابي وغيره، وأجاب عن الأول بجواز أن لا يدخلوا بأن يكونوا على باب البيت مثلا ويطلعهم الله تعالى على عمل العبد ويسمعهم قوله. والمراد بالبيت المكان الذي يستقر فيه الإنسان، سواء كان بيتًا أو خيمة أو غيرهما. ..... (ولا) تدخل الملائكة بيتًا فيه (تصاوير) مما يشبه الحيوان ما لم تقطع رأسه أو يمتهن أو عام في كل الصور. وسبب الامتناع كونها معصية فاحشة؛ إذ فيها مضاهاة لخلق الله، وبعضها في صورة ما يعبد من دون الله وفي بدء الخلق. (باب التَّصَاوِيرِ)

- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:

٤٤٨٩- (عَنْ أَبِي طَلْحَةَ): أَيْ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ زَوْجِ أُمِّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تَدْخُلُ): بِصِيغَةِ التَّأْنِيثِ وَجُوِّزَ تَذْكِيرُهُ (الْمَلَائِكَةُ): أَيْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ، لَا الْحَفَظَةُ وَمَلَائِكَةُ الْمَوْتِ، وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى كَرَاهَتِهِمْ ذَلِكَ أَيْضًا، لَكِنَّهُمْ مَأْمُورُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ. (بَيْتًا) أَيْ مَسْكَنًا (فِيهِ كَلْبٌ): أَيْ إِلَّا كَلْبَ الصَّيْدِ وَالْمَاشِيَةِ وَالزَّرْعِ، وَقِيلَ: إِنَّهُ مَانِعٌ أَيْضًا وَإِنْ لَمْ يَكُنِ اتِّخَاذُهُ حَرَامًا (وَلَا تَصَاوِيرُ): يَعُمُّ جَمِيعَ أَنْوَاعِ الصُّوَرِ، وَقَدْ رَخَّصَ فِيمَا كَانَ فِي الْأَنْمَاطِ الْمَوْطُؤَةِ بِالْأَرْجُلِ عَلَى مَا ذَكَرَهُ ابْنُ الْمَلَكِ. قَالَ الْخَطَّابِيُّ: إِنَّمَا لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ أَوْ صُورَةٌ مِمَّا يَحْرُمُ اقْتِنَاؤُهُ مِنَ الْكِلَابِ وَالصُّوَرِ، وَأَمَّا مَا لَيْسَ بِحَرَامٍ مِنْ كَلْبِ الصَّيْدِ وَالزَّرْعِ وَالْمَاشِيَةِ وَمِنَ الصُّورَةِ الَّتِي تُمْتَهَنُ فِي الْبِسَاطِ وَالْوِسَادَةِ وَغَيْرِهِمَا فَلَا يَمْنَعُ دُخُولَ الْمَلَائِكَةِ بَيْتَهُ. قَالَ النَّوَوِيُّ: وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ عَامٌّ فِي كُلِّ كَلْبٍ وَصُورَةٍ، وَأَنَّهُمْ يَمْتَنِعُونَ مِنَ الْجَمِيعِ؛ لِإِطْلَاقِ الْأَحَادِيثِ، وَلِأَنَّ الْجِرْوَ الَّذِي كَانَ فِي بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ تَحْتَ السَّرِيرِ كَانَ لَهُ فِيهِ عُذْرٌ ظَاهِرٌ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَعْلَمْ بِهِ، وَمَعَ هَذَا امْتَنَعَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مِنْ دُخُولِ الْبَيْتِ وَعَلَّلَهُ بِالْجِرْوِ. وَقَالَ الْعُلَمَاءُ: سَبَبُ امْتِنَاعِهِمْ مِنَ الدُّخُولِ فِي بَيْتٍ فِيهِ صُورَةٌ كَوْنُهَا مِمَّا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ تَعَالَى، وَمِنَ الدُّخُولِ فِي بَيْتٍ فِيهِ كَلْبٌ كَوْنُهُ يَأْكُلُ النَّجَاسَةَ، وَلِأَنَّ بَعْضَهُ يُسَمَّى شَيْطَانًا، كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ، وَالْمَلَائِكَةُ ضِدُّ الشَّيَاطِينِ، وَلِقُبْحِ رَائِحَتِهِ، وَمَنِ اقْتَنَاهُ عُوقِبَ بِحِرْمَانِ دُخُولِ الْمَلَائِكَةِ بَيْتَهُ، وَصَلَاتِهِمْ عَلَيْهِ، وَاسْتِغْفَارِهِمْ لَهُ، وَهَؤُلَاءِ الْمَلَائِكَةَ غَيْرُ

الْحَفَظَةِ لِأَنَّهُمْ لَا يُفَارِقُونَ الْمُكَلَّفِينَ. قَالَ أَصْحَابُنَا وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْعُلَمَاءِ: تَصْوِيرُ صُورَةِ الْحَيَوَانِ حَرَامٌ شَدِيدُ التَّحْرِيمِ، وَهُوَ مِنَ الْكَبَائِرِ؛ لِأَنَّهُ مُتَوَعَّدٌ عَلَيْهِ بِهَذَا الْوَعِيدِ الشَّدِيدِ الْمَذْكُورِ فِي الْأَحَادِيثِ، سَوَاءً صَنَعَهُ فِي ثَوْبٍ أَوْ بِسَاطٍ أَوْ دِرْهَمٍ أَوْ دِينَارٍ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ، وَأَمَّا تَصْوِيرُ صُورَةِ الشَّجَرِ وَالرَّجُلِ وَالْجَبَلِ وَغَيْرِ ذَلِكَ فَلَيْسَ بِحَرَامٍ. هَذَا حُكْمُ نَفْسِ التَّصْوِيرِ، وَأَمَّا اتِّخَاذُ الْمُصَوَّرِ بِحَيَوَانٍ فَإِنْ كَانَ مُعَلَّقًا عَلَى حَائِطٍ سَوَاءً كَانَ لَهُ ظِلٌّ أَمْ لَا، أَوْ ثَوْبًا مَلْبُوسًا أَوْ عِمَامَةً أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ فَهُوَ حَرَامٌ، وَأَمَّا الْوِسَادَةُ وَنَحْوُهَا مِمَّا يُمْتَهَنُ فَلَيْسَ بِحَرَامٍ، وَلَكِنْ هَلْ يَمْنَعُ دُخُولَ الْمَلَائِكَةِ فِيهِ أَمْ لَا؟ فَقَدْ سَبَقَ. (بَابُ التَّصَاوِيرِ)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

12 ذوالقعدہ 1442ھ/ 23 جون 2021

مقالہ نمبر 5:

جمعہ کی پہلی اذان

کے بعد مسجد کے قریب خرید وفروخت کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

آجکل یہ صورتحال بڑی کثرت سے دیکھنے کو ملتی ہے کہ بہت سی مساجد کے پاس عطر، ٹوپیوں، مسواک اور رومال وغیرہ کی دکانیں ہوا کرتی ہیں، یا بعض لوگ مسجد کے دروازے کے پاس یہ چیزیں فروخت کرنے کے لیے ٹیہ وغیرہ لگا لیتے ہیں، چنانچہ جب لوگ پہلی اذان کے بعد نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے مسجد پہنچ جاتے ہیں تو وہاں موجود دکان اور ٹیے سے مذکورہ چیزیں خرید لیتے ہیں اور نمازِ جمعہ کے ساتھ مذکورہ چیزوں کے کسی درجے میں تعلق ہونے کی وجہ سے اس خرید وفروخت میں کوئی گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا اور اس میں دیندار لوگ بھی مبتلا ہوتے ہیں، اگرچہ اس سے بڑھ کر قابلِ اصلاح صورتحال مذکورہ چیزوں کے علاوہ دیگر چیزوں کی خرید وفروخت کی ہے۔

ایسے میں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ کیا یہ خرید وفروخت جائز ہے؟ ذیل میں اس کا تفصیلی حکم ذکر کیا جاتا ہے تاکہ صحیح مسئلہ واضح ہو کر غلطیوں کی اصلاح ہو سکے۔ ابتدا میں کچھ تمہیدی باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد سَعی اِلی الجمعہ کا حکم:

شریعت نے جمعہ کی نماز کے لیے جلدی جانے کی ترغیب دیتے ہوئے اس کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے، پھر جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے جانے کو واجب قرار دیا ہے، اس کو سعی الی الجمعہ کہا جاتا ہے، حتی کہ جمعہ کی پہلی اذان شروع ہوتے ہی خرید وفروخت اور ہر وہ کام ممنوع قرار دیا ہے جو کہ اس سعی الی الجمعہ یعنی جمعہ کے لیے جانے میں رکاوٹ بنے تاکہ بروقت جمعہ کی ادائیگی کے لیے جانا ہو سکے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ الجمعہ میں فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (۹)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔“ (آسان ترجمہ قرآن)

سَعی اِلی الجمعہ میں رکاوٹ بننے والے امور کی ممانعت:

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد سعی الی الجمعہ میں رکاوٹ بننے والا ہر کام ممنوع اور ناجائز ٹھہرتا ہے، چاہے دنیوی کام ہو یا دینی۔ واضح رہے کہ قرآن کریم میں تو صرف خرید وفروخت ترک کردینے کا ذکر ہے، لیکن حضرات فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اس سے ہر وہ کام مراد ہے جو سعی الی الجمعہ میں خلل انداز ہو، چاہے خرید وفروخت ہو، کھانا پینا ہو، سونا ہو، مطالعہ کرنا ہو، یا کوئی بھی دینی یا دنیوی کام ہو؛ وہ سب ممنوع ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دام ظلہم مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں:

”جمعہ کی پہلی اذان کے بعد جمعہ کے لیے روانہ ہونے کے سوا کوئی اور کام جائز نہیں، نیز جب تک جمعہ ختم نہ ہوجائے خرید فروخت کا کوئی معاملہ جائز نہیں ہے۔ اللہ کے ذکر سے مراد جمعہ کا خطبہ اور نماز ہے۔“

(آسان ترجمہ قرآن)

کونسی مسجد کی اذان کے بعد خرید وفروخت کی ممانعت ہے؟

واضح رہے کہ محلے کی مسجد یعنی قریبی مسجد میں جب جمعہ کی پہلی اذان ہوجائے تو سعی الی الجمعہ واجب ہوجاتا ہے، اس لیے محلے ہی کی مسجد کی اذان کے بعد خرید وفروخت کی ممانعت ہے۔ دیکھیے: فقہ البیوع۔

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کیے گئے خرید وفروخت کا حکم:

مذکورہ تفصیل کے مطابق جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خرید وفروخت کرنا ناجائز ہے، ایسی صورت میں خرید وفروخت کرنے والے دونوں فریق گناہ گار ہوں گے، اس لیے ان کے ذمے توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے۔ اور اس گناہ کے ازالے کے لیے متعدد فقہاء کرام کے نزدیک ایسے معاملے کو ختم کرنا بھی واجب ہے۔ دیکھیے: فقہ البیوع از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم۔

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مسجد کے قریب خرید وفروخت کا حکم:

ماقبل کی تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ مسجد کی پہلی اذان کے بعد مسجد کے قریب کسی دکان یا مسجد کے دروازے پر بنے کسی ٹھیے پر کوئی چیز فروخت کرنا یا لوگوں کا ان سے کوئی چیز خریدنا دونوں ہی ناجائز ہیں۔

اس لیے اگر کسی کو مسواک، ٹوپی، عطر وغیرہ کی ضرورت ہو تو وہ یہ کام جمعہ کی پہلی اذان سے پہلے سرانجام دے یا اگر کوئی اور چیز خریدنے کی ضرورت ہو تو یہ کام جمعہ کی نماز کے بعد بھی کیا جاسکتا ہے۔

ذیل میں مزید وضاحت کے لیے کچھ مسائل ذکر کیے جاتے ہیں:

مسئلہ 1: اگر دو افراد جمعہ کی پہلی اذان کے بعد نمازِ جمعہ کے لیے جاتے جاتے اس طرح خرید وفروخت کریں کہ سعی الی الجمعہ فوت نہ ہو یعنی اس کی وجہ سے ٹھہرنا نہ پڑے تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ 2: اگر جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کوئی شخص مسجد کے قریب کسی دکان یا ٹھیے سے کوئی چیز خریدے اور اُن میں سے کسی ایک نے جمعہ کی نماز ادا نہ کی ہو تو یہ معاملہ بھی جائز نہیں، کیوں کہ جس نے اب تک نمازِ جمعہ ادا نہیں کی تو وہ اس لیے گناہ گار ہے کہ اس نے سعی الی الجمعہ کا واجب ترک کیا ہے، جبکہ جس نے جمعہ کی نماز ادا کردی ہے وہ اس لیے گناہ گار ہے کہ یہ اُس دوسرے شخص کے سعی الی الجمعہ میں خلل انداز ہو رہا ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر کوئی شخص کسی اور مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرکے ایسی مسجد کے محلے میں آیا جہاں پہلی اذان تو ہوچکی ہو لیکن تاحال جمعہ کی نماز نہ ہوئی ہو تو ایسی صورت میں جمعہ کی نماز ہوجانے تک ایسے شخص سے کوئی چیز خریدنا بھی ناجائز ہے جس نے جمعہ کی نماز ادا نہ کی ہو۔

مسئلہ 3: مسجد کے قریب بعض دکانوں اور تجارتی مراکز والے یوں کرتے ہیں کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد تجارت بند نہیں کرتے بلکہ متعدد مساجد میں باری باری نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے جاتے ہیں تاکہ کاروبار چلتا رہے، یاد رہے کہ یہ بھی ناجائز ہے کیوں کہ سعی الی الجمعہ کا حکم ان میں سے ہر ایک کے لیے واجب ہے، اس

لیے جمعہ کی پہلی اذان کے بعد دکان میں بیٹھے رہنے سے یہ واجب فوت ہو جاتا ہے۔

مسئلہ 4: البتہ جن مساجد میں جمعہ کی پہلی اذان تاخیر سے یعنی بیان کے بعد اور سنتوں سے پہلے دی جاتی ہے تو وہاں مسجد کے قریب خرید وفروخت کی گنجائش ہے، البتہ نمازِ جمعہ کے اہتمام اور فضیلت کی وجہ سے مناسب یہی ہے کہ نمازِ جمعہ کا وقت داخل ہو جانے کے بعد کاروبار بند رکھا جائے۔

- الموسوعة الفقهية الكويتية:

النَّوْعُ الثَّانِي: الأَسْبَابُ الَّتِي تُؤَدِّي إِلَى مُخَالَفَةٍ دِينِيَّةٍ أَوْ عِبَادِيَّةٍ مَحْضَةٍ:

أ- الْبَيْعُ عِنْدَ أَذَانِ الْجُمُعَةِ:

١٣٣- أَمَرَ الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ بِتَرْكِ الْبَيْعِ عِنْدَ النِّدَاءِ (الأَذَانِ) يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَال تَعَالَى: «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ». وَالأَمْرُ بِتَرْكِ الْبَيْعِ نَهْيٌ عَنْهُ. وَلَمْ يَخْتَلِفِ الْفُقَهَاءُ فِي أَنَّ هَذَا الْبَيْعَ مُحَرَّمٌ لِهَذَا النَّصِّ .....

ب- وَالْقَوْل الأَصَحُّ وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ وَهُوَ اخْتِيَارُ شَمْسِ الأَئِمَّةِ أَنَّ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ هُوَ الْبَيْعُ عِنْدَ الأَذَانِ الأَوَّل الَّذِي عَلَى الْمَنَارَةِ، وَهُوَ الَّذِي يَجِبُ السَّعْيُ عِنْدَهُ، وَهُوَ الَّذِي رَوَاهُ الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى إِذَا وَقَعَ بَعْدَ الزَّوَال. وَعَلَّلُوهُ بِحُصُول الإِعْلَامِ بِهِ، وَلأَنَّهُ لَوِ انْتَظَرَ الأَذَانَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ يَفُوتُهُ أَدَاءُ السُّنَّةِ وَسَمَاعُ الْخُطْبَةِ، وَرُبَّمَا تَفُوتُهُ الْجُمُعَةُ إِذَا كَانَ بَيْتُهُ بَعِيدًا مِنَ الْجَامِعِ ......

ثَالِثًا: حُكْمُ الْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ السَّعْيِ:

الْفُقَهَاءُ مُتَّفِقُونَ عَلَى كَرَاهَتِهِ:

أ- فَقَدْ نَصَّ الْحَنَفِيَّةُ عَلَى أَنَّ الْبَيْعَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ أَوْ فِيهِ عِنْدَ الأَذَانِ الأَوَّل الْوَاقِعِ بَعْدَ الزَّوَال أَعْظَمُ وِزْرًا مِنَ الْبَيْعِ مَاشِيًا إِلَى الْجُمُعَةِ . (البيع: بيع منهي عنه: أَسْبَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَيْعِ)

وضاحت:

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خرید وفروخت کی مروجہ صورتحال کافی افسوس ناک اور واجبُ الاصلاح ہے، اور اس کے مسائل بھی تفصیل طلب ہیں، اس لیے زیرِ نظر تحریر میں اس سے متعلق مسائل تفصیل سے ذکر کرنا مقصود نہیں، بلکہ اس تحریر کے عنوان کی مناسبت سے ضروری مسئلہ کی وضاحت مقصود ہے، جس کے ضمن میں مزید وضاحت کے لیے متعدد مسائل بھی ذکر کر دیے گئے۔

فائدہ: نمازِ جمعہ کے وقت اور اس سے متعلق رائج غلطیوں کی اصلاح کے لیے بندہ کے سلسلہ اصلاحِ اغلاط کا سلسلہ نمبر 102: ’’نمازِ جمعہ کا وقت اور اس کے احکام‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
13 رجب المرجب 1442ھ/26 فروری 2020

مقالہ نمبر6:

تکبیرِ تحریمہ

کے وقت ہاتھ کہاں تک اُٹھائے جائیں؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ کہاں تک اُٹھائے جائیں؟

1۔ مرد حضرات کے لیے سنّت یہ ہے کہ وہ تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ اس حد تک اٹھائیں کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر آجائیں۔

2۔ خواتین کے لیے سنّت یہ ہے کہ وہ تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ چھاتی تک اُٹھائیں اس طور پر کہ انگلیاں کندھے تک پہنچ جائیں۔ اور ساتھ میں اس بات کی بھی رعایت کریں کہ ہاتھ اُٹھاتے وقت دوپٹے اور چادر سے ہاتھ باہر نہ نکالیں بلکہ اندر ہی رکھیں۔

ذیل میں اس حوالے سے چند روایات ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا کہ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو اپنے ہاتھوں کو اُٹھایا یہاں تک کہ دونوں ہاتھ کندھوں تک پہنچ گئے، اور اپنے (دونوں ہاتھوں کے) انگوٹھے کو اپنے کانوں کے برابر لے آئے، اور پھر تکبیرِ تحریمہ کہی۔

- سنن ابی داود میں ہے:

٧٢٤- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ النَّخَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلاة رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذَى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ.

2۔ حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ حاضر ہوا تو میں نے سوچا کہ میں ضرور حضور اقدس ﷺ کی نماز کا مشاہدہ کروں گا، چنانچہ دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ نے تکبیرِ تحریمہ کہی اور اپنے ہاتھ اُٹھائے حتی کہ میں نے ان کے انگوٹھے ان کے کانوں کے قریب دیکھے۔

- مصنّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٤٢٥- حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَقُلْتُ: لأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلاةِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْت إِبْهَامَيْهِ قَرِيبًا مِنْ أُذُنَيْهِ.

مذکورہ مضمون پر مشتمل روایات میں تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ اُٹھاتے وقت انگوٹھے کانوں کے قریب کرنے کا ذکر ہے، جبکہ دیگر متعدد روایات میں اس کی مزید وضاحت بھی مذکور ہے جن میں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب اور برابر میں لانے کا ذکر ہے، ملاحظہ فرمائیں:

3۔ حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا کہ جب انھوں نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھوں کو اُٹھایا یہاں تک کہ ان کے (دونوں ہاتھوں کے) انگوٹھے ان کے کانوں کی لو کے برابر میں آگئے۔

- سنن النسائی میں ہے:

٨٨١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فِطْرُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكَادَ إِبْهَامَاهُ تُحَاذِي شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

یہ روایت ’’المعجم الکبیر للطبرانی‘‘ میں بھی ہے:

٧٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا فِطْرٌ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ طَرَفُ إِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

یہ روایت ’’مسند احمد‘‘ میں بھی ہے:

١٨٨٤٩- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا فِطْرٌ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ حَتَّى حَاذَتْ إِبْهَامُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

4۔ حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ: ’’اے وائل بن حجر! جب تم نماز ادا کرو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر رکھو، اور عورت اپنے ہاتھوں کو اپنی چھاتی کے برابر رکھے گی۔‘‘

- المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ حُجْرِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَمَّتِي أُمَّ يَحْيَى بِنْتَ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، عَنْ أَبِيهَا عَبْدِ الْجَبَّارِ، عَنْ عَلْقَمَةَ عَمِّهَا، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ ..... فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا وَائِلُ بْن حُجْرٍ، إِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حِذَاءَ أُذُنَيْكَ، وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ يَدَيْهَا حِذَاءَ ثَدْيَيْهَا».

اس حدیث میں مرد اور عورت کے لیے تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھانے کا فرق بیان فرمایا گیا ہے۔ اس فرق کی مزید تفصیل درج ذیل ہے:

مرد اور عورت کی نماز میں اُصولی فرق:

شریعت نے عورت اور مرد کے مابین نماز کے معاملے میں واضح فرق رکھا ہے، جس کی وجہ سے متعدد مقامات میں عورت کی نماز مرد کی نماز سے مختلف ہے، مرد اور عورت کی نماز میں ایک اہم اور اصولی فرق یہ ہے کہ عورت چوں کہ نام ہی حیا اور پردے کا ہے اس لیے عورت کے لیے نماز میں وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو اور یہی طریقہ اللہ تعالی کو پسند ہے۔

جیسا کہ امام محدث بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَجماعُ مَا يُفَارِقُ الْمَرْأَةَ فِيهِ الرَّجُلُ مِنْ أَحْكَامِ الصَّلَاةِ رَاجِعٌ إِلَى السَّتْرِ، وَهُوَ أَنَّهَا مَأْمُورَةٌ بِكُلِّ مَا كَانَ أَسْتَرَ لَهَا.

(السنن الكبرى للبيهقي: باب مَا يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْأَةِ مِنْ تَرْكِ التَّجَافِي فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ)

ترجمہ: مرد اور عورت کی نماز میں باہمی فرق کے تمام تر مسائل کی بنیاد ستر اور پردہ ہے، چنانچہ عورت کو نماز میں اسی طریقے کا حکم دیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو۔

اس اصول سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت تکبیرِ تحریمہ کے وقت مرد کی طرح کانوں تک

نہیں اُٹھائے گی کیوں کہ یہ اس کے لیے ستر اور حیا کے خلاف ہے، بلکہ وہ چھاتی تک ہاتھ اُٹھائے گی کیوں کہ یہی اس کے لیے حیااور ستر کا باعث ہے۔

فائدہ:

مذکورہ روایات سے یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ مرد حضرات کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ اس حد تک اٹھائیں کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر آجائیں، اصل سنت یہی ہے۔ البتہ بعض حضرات فقہاء کرام نے ذکر فرمایا ہے کہ انگوٹھے کو کانوں کی لو کے ساتھ ملا لینا چاہیے تاکہ یہ یقین ہو جائے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر آچکے ہیں، اس اعتبار سے یہ جائز بلکہ مفید بھی ہے کیوں کہ یہ سنت پر عمل کرنے کا ایک ذریعہ اور اس معاملے میں ایک معاون ہے جس سے سنت طریقے پر عمل کرنے سے متعلق اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ الدر المختار میں ہے:

(وَرَفَعَ يَدَيْهِ) قَبْلَ التَّكْبِيرِ، وَقِيلَ: مَعَهُ (مَاسًّا بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ) هُوَ الْمُرَادُ بِالْمُحَاذَاةِ؛ لِأَنَّهَا لَا تُتَيَقَّنُ إلَّا بِذَلِكَ.

البتہ اگر کوئی شخص انگوٹھے کو کانوں کی لو کے برابر اور قریب تو لے آئے لیکن اس کے ساتھ نہ ملائے تو یہ بھی درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: 5/ 522، 523، فاروقیہ)

مسئلہ:

مرد اور عورت جب تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ اُٹھائیں تو دونوں ہاتھ قبلے کی طرف رکھیں، انگلیاں سیدھی رکھیں، انگلیوں کو نہ تو بند کریں اور نہ ہی کھلا رکھیں بلکہ اپنی حالت پر رہنے دیں۔

فقہی عبارات

- الفتاوى الهندية:

وَكَيْفِيَّتُهَا: إذَا أَرَادَ الدُّخُولَ في الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ حتى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ وَبِرُءُوسِ الْأَصَابِعِ فُرُوعَ أُذُنَيْهِ، كَذَا في «التَّبْيِينِ»، وَلَا يُطَأْطِئُ رَأْسَهُ عِنْدَ التَّكْبِيرِ، كَذَا في «الْخُلَاصَةِ». قال الْفَقِيهُ أبو جَعْفَرٍ: يَسْتَقْبِلُ بِبُطُونِ كَفَّيْهِ الْقِبْلَةَ، وَيَنْشُرُ أَصَابِعَهُ، وَيَرْفَعُهُمَا، فإذا اسْتَقَرَّتَا في مَوْضِعِ مُحَاذَاةِ الْإِبْهَامَيْنِ شَحْمَتَيِ الْأُذُنَيْنِ يُكَبِّرُ. قال شَمْسُ الْأَئِمَّةِ السَّرَخْسِيُّ: عليه عَامَّةُ الْمَشَايِخِ، كَذَا في «الْمُحِيطِ» ...... وَالْمَرْأَةُ تَرْفَعُ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهَا، هو الصَّحِيحُ، كَذَا في «الْهِدَايَةِ» وَ«التَّبْيِينِ». وإذا رَفَعَ يَدَيْهِ لَا يَضُمُّ أَصَابِعَهُ كُلَّ الضَّمِّ، وَلَا يُفَرِّجُ كُلَّ التَّفْرِيجِ، بَلْ يَتْرُكُهَا على ما كانت عليه بين الضَّمِّ وَالتَّفْرِيجِ، هَكَذَا في «النِّهَايَةِ»، وهو الْمُعْتَمَدُ، هَكَذَا في «الْمُحِيطِ». (كِتَابُ الصَّلَاةِ: الْبَابُ الرَّابِعُ في صِفَةِ الصَّلَاةِ، الْفَصْلُ الثَّالِثُ في سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

- الجوهرة النيرة:

(قَوْلُهُ: حَتَّى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ) وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ: حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَعِنْدَ مَالِكٍ: حَذْوَ رَأْسِهِ. وَقَالَ طَاوُسٍ: فَوْقَ رَأْسِهِ. وَأَجْمَعُوا كُلُّهُمْ عَلَى أَنَّ الْمَرْأَةَ تَرْفَعُ حَذْوَ مَنْكِبَيْهَا؛ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ لَهَا. (باب صفة الصلاة)

- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح:

قوله: (ويسن وضع المرأة يديها إلخ) المرأة تخالف الرجل في مسائل، منها: هذه، ومنها، أنها لا تخرج كفيها من كميها عند التكبير، وترفع يديها حذاء منكبيها.

- حلبي صغير:

والسنة أن يرفع الرجل يديه (حتى يحاذي) أي يقابل (بإبهاميه شحمتي أذنيه)، وفي «فتاوى قاضي خان»: يمس طرف إبهاميه شحمة أذنيه. وعند الأئمة الثلاثة: يرفع يديه إلى منكبيه،

ولا شك أن يديه إذا أريد منهما الكفان فإذا كان حذاء منكبيه يكون طرف إبهاميه حذاء شحمة أذنيه (ويفرج أصابعه) حال الرفع لكن (لا) يفرج (كل التفريج) كما أنه لا يضم كل الضم بل يتركها على العادة (ويوجه) حالة الرفع (بطن كفيه نحو القبلة) إكمالا للإقبال عليها، وقال بعضهم: يجعل بطن كل كف إلى الكف الأخرى. (و) أما (المرأة) فإنها (ترفع يديها) عند التكبير حذاء ثدييها بحيث تكون رؤوس أصابعها حذاء منكبيها؛ لأنه استر لها. (كتاب الصلاة)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
16 جمادی الثانیہ 1442ھ/30 جنوری 2020

مقالہ نمبر 7:

میّت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

میّت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنے کا حکم:

میت کو غسل دینے والے کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ میت کو غسل دینے کے بعد خود بھی غسل کرے، البتہ اگر کوئی شخص غسل نہ کرنا چاہے تو اس میں بھی کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ ذیل میں اس حوالے سے مختلف روایات ذکر کی جاتی ہیں تاکہ اس مسئلے کے بنیادی پہلو واضح ہو سکیں۔

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جو شخص میت کو غسل دے تو اسے چاہیے کہ وہ خود بھی غسل کرے۔“

- مصنَّف عبد الرزاق میں ہے:

٦١١٠- عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ: إِسْحَاقُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ»، وَبِهِ نَأْخُذُ.

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

١٤٦٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ».

- سنن الترمذی میں ہے:

٩٩٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ المَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ المُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مِنْ غُسْلِهِ الغُسْلُ، وَمِنْ حَمْلِهِ الوُضُوءُ»، يَعْنِي المَيِّتَ. وَفِي البَاب عَنْ عَلِيٍّ وَعَائِشَةَ. حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَوْقُوفًا. وَقَدْ اخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ فِي الَّذِي يُغَسِّلُ المَيِّتَ، فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: إِذَا غَسَّلَ مَيِّتًا فَعَلَيْهِ الغُسْلُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: عَلَيْهِ الوُضُوءُ. وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: أَسْتَحِبُّ الغُسْلَ مِنْ غُسْلِ المَيِّتِ، وَلَا أَرَى ذَلِكَ وَاجِبًا، وَهَكَذَا

قَالَ الشَّافِعِيُّ. وقَالَ أَحْمَدُ: مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا أَرْجُو أَنْ لَا يَجِبَ عَلَيْهِ الغُسْلُ، وَأَمَّا الوُضُوءُ فَأَقَلُّ مَا قِيلَ فِيهِ. وقَالَ إِسْحَاقُ: لَا بُدَّ مِنَ الوُضُوءِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ المُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَغْتَسِلُ وَلَا يَتَوَضَّأُ مَنْ غَسَّلَ المَيِّتَ.

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٢٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «يُغْتَسَلُ مِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ».

١١٢٦٥- حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ».

یہ آخری روایت "مصنف ابن ابی شیبہ" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی ثابت ہے:

١١٢٦٤- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ.

2۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "اپنی میت کو غسل دینے کے بعد تم پر غسل لازم نہیں، کیوں کہ تمہاری میت ناپاک نہیں، البتہ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم (میت کو غسل دینے کے بعد) اپنے ہاتھوں کو دھولو۔"

- مستدرک حاکم میں ہے:

١٤٢٦- حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَافِظُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْهَمْدَانِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو شَيْبَةَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِي غَسْلِ مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ إِذَا غَسَّلْتُمُوهُ؛ فَإِنَّ مَيِّتَكُمْ لَيْسَ بِنَجَسٍ، فَحَسْبُكُمْ أَنْ تَغْسِلُوا أَيْدِيَكُمْ».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِي، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. وَفِيهِ رَفْضٌ لِحَدِيثٍ مُخْتَلَفٍ فِيهِ

عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بِأَسَانِيدَ: «مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ».

مذکورہ دونوں احادیث میں تطبیق یوں دی جاسکتی ہے کہ اس حدیث میں غسل کے واجب ہونے کی نفی کی گئی ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد تم پر غسل واجب اور ضروری نہیں، جبکہ گذشتہ حدیث میں غسل کے استحباب کا ذکر ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنا مستحب ہے۔ گویا کہ یہ حدیث گذشتہ حدیث کا مطلب بھی واضح کردیتی ہے کہ اُس میں غسل کا وجوب مراد نہیں بلکہ استحباب مراد ہے۔

- تحفۃ الاحوذی میں ہے:

قوله: (فقال بعض أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ وغيرهم: إذا غسل ميتا فعليه الغسل) أي فالغسل عليه واجب، وروي ذلك عن علي وأبي هريرة، واستدلوا على الوجوب بحديث الباب وما في معناه فإنه بظاهره يدل على الوجوب، وقال مالك بن أنس، أستحب الغسل من غسل الميت ولا أرى ذلك واجبا. وهكذا قال الشافعي، وقال أحمد: من غسل ميتا أرجو أن لا يجب عليه الغسل. واستدل هؤلاء أيضا بحديث الباب، لكنهم حملوا الأمر فيه على الاستحباب لحديث بن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: «ليس عليكم في غسل ميتكم غسل إذا غسلتموه، إن ميتكم يموت طاهرا، وليس بنجس، فحسبكم أن تغسلوا أيديكم». أخرجه البيهقي، وقد حسن الحافظ إسناده وقال: فيجمع بينه وبين الأمر في حديث أبي هريرة بأن الأمر على الندب أو المراد بالغسل غسل الأيدي كما صرح به في هذا انتهى. ولحديث بن عمر رضي الله عنه: كنا نغسل الميت فمنا من يغتسل ومنا من لا يغتسل. قال الحافظ في «التلخيص»: إسناده صحيح، وهو يؤيد أن الأمر في حديث أبي هريرة للندب، وهو أحسن ما جمع به بين مختلف هذه الأحاديث، انتهى.

(ما جاء في الغسل من غسل الميت)

3۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم میت کو غسل دیا کرتے تھے، اس کے بعد ہم میں سے بعض حضرات تو خود غسل کرلیتے تھے جبکہ بعض حضرات غسل نہیں کرتے تھے۔

- سنن الدار قطنی میں ہے:

۱۸۲۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُخَرِّمِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا نَغْسِلُ الْمَيِّتَ فَمِنَّا مَنْ يَغْتَسِلُ وَمِنَّا مَنْ لَا يَغْتَسِلُ.

اس روایت سے حضرات صحابہ کرام کا معمول واضح ہو جاتا ہے کہ بعض تو میت کو غسل دینے کے بعد غسل کر لیتے تھے جبکہ بعض غسل نہیں کرتے تھے۔ اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔

میت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنے کی حکمت:

میت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنے کو جو مستحب قرار دیا گیا ہے اس کی متعدد حکمتیں ہیں:

1۔ایک حکمت یہ ہے کہ میت کو غسل دیتے وقت جسم اور کپڑوں پر استعمال شدہ پانی کی چھینٹے بھی لگ جاتی ہیں، جس میں بسا اوقات ناپاک چھینٹے بھی شامل ہو جانے کا شبہ ہوتا ہے، اور پھر یہ امتیاز بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ جسم اور کپڑے کے کس کس حصے پر چھینٹے لگی ہیں، اس لیے میت کو غسل دینے کے بعد غسل کر لینا چاہیے تا کہ خود بھی مکمل طور پر طہارت اور نظافت حاصل ہو سکے۔ البتہ اگر یہ یقین ہو جائے کہ جسم یا کپڑے کے فلاں حصے پر ناپاک چھینٹے لگی ہیں تو ایسی صورت میں اگر غسل نہ بھی کرے تو کم از کم اس ناپاک حصے کو دھونا تو ضروری ہے، کیوں کہ اگر وہ شرعی درہم کی پیمائش سے بڑھ جائے تو اس کے ہوتے ہوئے نماز نہیں ہو گی۔

2۔ بعض اہلِ علم نے ایک حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ جب میت کو غسل دینے والے کو یہ بات ذہن نشین رہے گی کہ میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے تو وہ اطمینان اور تسلی سے ٹھیک طرح میت کو غسل دے سکے گا اور اس میں کوتاہی نہیں کرے گا کہ اگر غسل کے دوران چھینٹے لگ بھی جائیں تو کوئی مسئلہ نہیں کیوں کہ ویسے بھی غسل کرنا مستحب ہے۔

3۔ جبکہ بعض اہلِ علم نے یہ حکمت بھی بیان فرمائی ہے کہ میت کو غسل دینے کے نتیجے میں جسم میں تھکاوٹ اور

اعصابی بوجھ کا سامنا ہو جاتا ہے اس لیے اس کے بعد غسل کرنے سے نشاط حاصل ہو جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ میت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنے کی متعدد حکمتیں ہو سکتی ہیں البتہ یہ حکم مستحب اور مفید ہے۔

خلاصہ:

خلاصہ یہ کہ مذکورہ احادیث اور اس مضمون کی دیگر روایات کی روشنی میں جمہور حضرات ائمہ کرام اور مجتہدین عظام رحمہم اللہ نے میت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنے کو مستحب قرار دیا ہے، البتہ اگر کوئی غسل نہ کرنا چاہے تو کوئی گناہ نہیں۔

تفصیلی عبارات

- شرح ابی داود للعینی:

وقال الخطابي: لا أعلم أحدا من الفقهاء يوجب الاغتسال من غسل الميت، ولا الوضوء من حمله، ويشبه أن يكون الأمر في ذلك على الاستحباب، وقد يحتمل أن يكون المعنى منه أن غاسل الميت لا يكاد يأمن أن يصيبه نضح من رشاش المغسول، وربما كان على بدن الميت نجاسة، فإذا أصابه نضْحُه وهو لا يعلم مكانه كان عليه غسل جميع بدنه، ليكون الماء قد أتى على الموضع الذي أصابه النجس من بدنه، وقد قيل في معنى قوله: «فليتوضأ» أي ليكن على وضوء ليتهيأ له الصلاة على الميت، والله أعلم. (باب في الغُسل من غَسل الميت)

- شرح الزرقانی:

واختلف جماعة من الصحابة والتابعين في وجوب غسل من غسل الميت، واختلف فيه قول مالك فروى ابن القاسم وابن وهب عنه في العتبية: عليه الغسل، ولم أدرك الناس إلا عليه ابن القاسم، وهو أحب إلي، ولم أره يأخذ بحديث أسماء، وروى عنه المدنيون وابن عبد الحكم أنه مستحب لا واجب، وهو مشهور المذهب، وبه قال أبو حنيفة. قالوا: وإنما أسقطوه عن أسماء

لعذرها بالصوم والبرد. وفي حديث أبي هريرة مرفوعا: «من غسل ميتا فليغتسل». رواه أبو داود برجال ثقات إلا واحدا لم يعرف حاله. وقال الشافعي: لا غسل عليه إلا أن يثبت حديث أبي هريرة، وظاهر الأمر الوجوب، لكن صرفه عنه حديث أم عطية حيث لم يأمرهن به، فدل على أنه للاستحباب، وأما الاستدلال به على عدم الاستحباب؛ لأنه موضع تعليم ولم يأمر به ففيه نظر؛ لاحتمال أنه شرع بعد ذلك. وأما قول الخطابي: «لا أعلم أحدا قال بوجوبه» فقال الحافظ كأنه ما درى أن الشافعي علق القول به على صحة الحديث، والخلاف فيه ثابت عند المالكية، وصار إليه بعض الشافعية أيضا. وقال ابن بزيزة: الظاهر أنه مستحب، والحكمة تتعلق بالميت؛ لأن الغاسل إذا علم أنه سيغتسل لم يتحفظ من شيء يصيبه من أثر الغسل فيبالغ في تنظيف الميت وهو مطمئن، ويحتمل أن يتعلق بالغاسل ليكون عند فراغه على يقين من طهارة جسده مما لعله أن يكون أصابه من رشاش ونحوه، انتهى. (باب غسل الميت)

- *حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ:*

قَوْلُهُ: (فَلْيَغْتَسِلْ) حَمَلَهُ كَثِيرٌ عَلَى أَنَّهُ مَنْدُوبٌ احْتِيَاطًا لِدَفْعِ مَا يُتَوَهَّمُ مَنْ أَصَابَهُ نَجَاسَةٌ بِالْبَدَنِ بِوَاسِطَةِ أَنَّ بَدَنَ الْمَيِّتِ لَا يَخْلُو عَنْهَا غَالِبًا وَقِيلَ: مَسْنُونٌ أَوْ وَاجِبٌ.(بَاب مَا جَاءَ فِي غُسْلِ الْمَيِّتِ)

- *مرقاۃ المفاتیح:*

٥٤١- (وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ غَسَّلَ»): بِالتَّخْفِيفِ وَيُشَدَّدُ («مَيِّتًا»): بِالتَّشْدِيدِ وَيُخَفَّفُ («فَلْيَغْتَسِلْ»)؛ لِإِزَالَةِ الرَّائِحَةِ الْكَرِيهَةِ الَّتِي حَصَلَتْ لَهُ مِنْهُ، وَالْأَمْرُ لِلِاسْتِحْبَابِ، وَعَلَيْهِ الْأَكْثَرُ؛ لِلْخَبَرِ الصَّحِيحِ: «لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِي مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ إِذَا غَسَّلْتُمُوهُ». وَقِيلَ: أَمْرُ وُجُوبٍ؛ لِأَنَّهُ لَا يُؤْمَنُ أَنْ يُصِيبَهُ شَيْءٌ مِنْ رَشَاشِ الْمَغْسُولِ، وَهُوَ لَا يَعْلَمُ مَكَانَهُ، فَيَجِبُ عَلَيْهِ غَسْلُ بَدَنِهِ، فَإِنْ عَلِمَ بِعَدَمِهَا فَلَا، وَلَا يَخْفَى أَنَّ الدَّلِيلَ الْمَبْنِيَّ عَلَى الشَّكِّ لَا يُفِيدُ الْوُجُوبَ، مَعَ أَنَّ الْمَاءَ الْمُسْتَعْمَلَ طَاهِرٌ عَلَى الصَّحِيحِ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ) قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا مَنْسُوخٌ، سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ سُئِلَ عَنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ؟ قَالَ: يُجْزِئُهُ الْوُضُوءُ. كَذَا فِي «التَّصْحِيحِ». (وَزَادَ أَحْمَدُ، وَالتِّرْمِذِيُّ): وَحَسَّنَهُ، وَضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ، وَأَنْكَرُوا عَلَى التِّرْمِذِيِّ تَحْسِينَ

هَذَا الْحَدِيثِ. وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ: الصَّحِيحُ أَنَّهُ مَوْقُوفٌ. وَقَالَ الْمَاوَرْدِيُّ: خَرَّجَ بَعْضُهُمْ لِتَصْحِيحِهِ مِائَةً وَعِشْرِينَ طَرِيقًا، نَقَلَهُ مِيرَكُ. (وَأَبُو دَاوُدَ: «وَمَنْ حَمَلَهُ»): أَيِ الْمَيِّتَ يَعْنِي مَسَّهُ أَوْ أَرَادَ حَمْلَهُ وَهُوَ الْأَظْهَرُ (فَلْيَتَوَضَّأْ): أَيْ لِيَكُنْ عَلَى وُضُوءٍ حَالَ حَمْلِهِ؛ لِيَتَهَيَّأَ لَهُ الصَّلَاةُ عِنْدَ وَضْعِ الْجِنَازَةِ، وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ لِمُجَرَّدِ الْحَمْلِ فَإِنَّهُ قُرْبَةٌ، وَقِيلَ: مَعْنَاهُ: لِيُجَدِّدَ الْوُضُوءَ احْتِيَاطًا؛ لِأَنَّهُ رُبَّمَا خَرَجَ مِنْهُ رِيحٌ؛ لِشِدَّةِ دَهْشَتِهِ وَخَوْفِهِ مِنْ حَمْلِ الْجِنَازَةِ وَثِقَلِ حَمْلِهَا، وَهُوَ لَا يَعْلَمُ بِذَلِكَ، وَعَلَى كُلٍّ فَالْأَمْرُ هُنَا لِلنَّدْبِ اتِّفَاقًا. (بَابُ الْغُسْلِ الْمَسْنُونِ)

- **حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی:**

وقال رسول الله ﷺ: «من غسل ميتا فليغتسل، ومن حمله فليتوضأ»، رواه الإمام أحمد وأصحاب السنن إلا النسائي. والأمر فيه للندب، وصرفه عن الوجوب حديث ابن عباس المصرح فيه بعدم الوجوب. قال محمد: ونأخذ بأنه لا وضوء على من حمل جنازة ولا على من حنط ميتا أو كفنه أو غسله، وهو قول أبي حنيفة، كذا في «الآثار» له. قال شارحه الملا علي: وما ورد من الأمر بذلك محمول على الاحتياط أو على من لا تكون له طهارة ليكون مستعدا للصلاة فلا يفوته شيء منها اهـ. وقيل: الحكمة في ذلك أن مباشر الميت يحصل له فتور والوضوء والغسل ينشطه. (باب أحكام الجنائز)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

21 صفر المظفّر 1442ھ/9 اکتوبر 2020

مقالہ نمبر 8:

طہارت کے معاملے میں غُلُوّ کی مذمّت

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

طہارت کے معاملے میں غلو کی مذمت:

شریعت نے طہارت یعنی پاکی حاصل کرنے سے متعلق فرائض، سنتیں، آداب اور ان کی حدود سمیت تمام احکام وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیے ہیں۔ شریعت کی انھی تعلیمات کے مطابق طہارت حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ انھی تعلیمات پر اطمینان اور تسلی رکھتے ہوئے ان کو کافی سمجھے اور اپنی طرف سے طہارت کے معاملے میں خود ساختہ احکام وآداب ایجاد نہ کرے۔

اسی کے پیشِ نظر شریعت نے طہارت کے معاملے میں حد سے تجاوز کرنے یعنی غلو کرنے کی مذمت کرتے ہوئے اسے ناپسند قرار دیا ہے، حتی کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن **مُغَفَّل** رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’اس امت میں عنقریب ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو طہارت اور دعا کے معاملے میں حد سے تجاوز (یعنی غلو) کرے گی۔‘‘

- سنن ابی داود:

٩٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِى نَعَامَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ سَمِعَ ابْنَهُ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّى أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلْتُهَا. فَقَالَ: أَىْ بُنَىَّ، سَلِ اللهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذْ بِهِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّى سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّهُ سَيَكُونُ فِى هَذِهِ الأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِى الطُّهُورِ وَالدُّعَاءِ».

- مسند احمد:

١٦٧٩٦- قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَبِي نَعَامَةَ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ سَمِعَ ابْنًا لَهُ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْفِرْدَوْسَ وَكَذَا، وَأَسْأَلُكَ كَذَا، فَقَالَ: أَيْ بُنَيَّ، سَلْ اللهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِن النَّارِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «يَكُونُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الدُّعَاءِ وَالطَّهُورِ».

- صحیح ابن حِبّان:

٦٧٦٣- أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ قَالَ: سَمِعَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُغَفَّلِ ابْنًا لَهُ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ، قَالَ: يَا بُنَيَّ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ الْجَنَّةَ، وَتَعَوَّذْ بِهِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الدُّعَاءِ وَالطُّهُورِ».

طہارت کے معاملے میں غلو کرنے کی صورتیں:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ شریعت نے طہارت کے معاملے میں سنت اور شرعی حدود کی پیروی کرنے کی تاکید کرتے ہوئے حد سے تجاوز کرنے یعنی غلو کرنے کی مذمت فرمائی ہے۔ طہارت کے معاملے میں حد سے تجاوز کرنے کی متعدد صورتیں ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1۔ شریعت نے وضو اور غسل میں تین بار اعضا دھونے کو سنت قرار دیا ہے جو کہ دلی اطمینان اور تسلی کے لیے پوری طرح کافی ہے، اس لیے سنت طریقے کو کافی نہ سمجھتے ہوئے تین بار سے زیادہ مرتبہ اعضا دھونا غلو ہے۔

2۔ اسی سے منسلک یہ بات بھی سمجھیے کہ شک اور وسوسے کی بنیاد پر تین سے زائد بار اعضا دھونے کی عادت بنا لینا بھی غلو ہے۔

3۔ طہارت حاصل کرتے وقت یعنی استنجا، وضو اور غسل کرتے وقت یا نجاست زدہ کپڑے اور جسم دھوتے وقت پانی استعمال کرنے میں اسراف کرنا یعنی ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا بھی غلو ہے۔

4۔ شریعت نے جن صورتوں میں وضو کو مکروہ قرار دیا ہے ان میں وضو کرنا بھی غلو ہے، جیسے غسل کرنے کے بعد وضو کرنا۔

5۔ اپنی طرف سے طہارت کے اسباب ایجاد کرکے ان کی بنیاد پر طہارت حاصل کرنا بھی غلو ہے، جیسے خروجِ ریح کے بعد استنجا کرنا۔

شریعت ایسی تمام خود ساختہ باتوں سے اجتناب اور شریعت و سنت کی پیروی کا درس دیتی ہے۔

طہارت سے متعلق شریعت کا مزاج اور ایک اہم نکتہ:

شریعت نے جہاں ہمیں بہت سی چیزوں میں احتیاط سے کام لینے کا حکم دیا ہے وہاں یہ تعلیم بھی دی ہے کہ شک کی طرف بھی توجہ نہ دی جائے، بلکہ جو پہلو یقینی ہو اسی کو اختیار کیا جائے کیوں کہ یقین کے مقابلے میں شک کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں ہے۔ اس لیے احتیاط کرنے کے ساتھ ساتھ شک کی طرف بھی توجہ نہ دی جائے، لیکن جب کسی معاملے میں زیادہ احتیاط سے کام لیا جائے اور اس دوسری بات کو نظرانداز کیا جائے تو اسی زیادہ احتیاط کی وجہ سے رفتہ رفتہ شک کا مرض پیدا ہو جاتا ہے، کیوں کہ احتیاط کرنے والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ اگر وضو ٹھیک طرح سے نہ کیا تو نماز نہیں ہوگی، جب نماز نہیں ہوگی تو مجھے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا، اسی طرح کے خوف ہی درحقیقت زیادہ احتیاط پر آمادہ کرتے ہیں، پھر یہ حد سے زیادہ احتیاط شک اور وسوسوں کو جنم دیتا ہے اور بالآخر زندگی اجیرن کر دیتا ہے۔

دین نہ سیکھنا بھی شک اور وسوسوں کا ایک سبب ہے:

شک اور وسوسے کا مرض پیدا ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم دین سیکھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ جس معاملے میں ہم شک میں مبتلا ہیں اس میں شریعت کی تعلیم کیا ہے؟ اور شریعت ہمارے اس طرزِ عمل سے متعلق ہمیں کیا حکم دیتی ہے؟ بلکہ ہوتا یوں ہے کہ شریعت کی تعلیمات کو نظرانداز کر کے خودساختہ باتوں پر عمل کر رہے ہوتے ہیں کہ وضو نہیں ہوا، استنجا نہیں ہوا، نکاح ٹوٹ گیا ہوگا، نماز نہیں ہوئی، غسل نہیں ہوا، وغیرہ وغیرہ۔ سو اگر ہم دین سیکھتے تو بہت سارے وسوسے اور شکوک خودبخود ہی ختم ہو جاتے۔

شریعت سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کیجیے!

بہت سے لوگ طہارت کے معاملے میں شریعت کی مقرر کردہ حدود سے بھی زیادہ احتیاط کرتے نظر آتے ہیں، اور اسی احتیاط کے نتیجے میں پانی کو ضائع کرنے اور اسے جیسی دیگر خرابیوں میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں، اور صورتحال یوں ہوتی ہے کہ شریعت کی رو سے تو ان کو طہارت حاصل ہو چکی ہوتی ہے یعنی ان کا وضو، غسل یا

استنجا ہو چکا ہوتا ہے لیکن وہ لوگ اس پر مطمئن نہیں ہوتے، بلکہ خود ساختہ باتوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں، معاذ اللہ۔ گویا کہ وہ دین سے بھی آگے بڑھنے کے غلط فلسفے میں مبتلا ہوتے ہیں، اور یہ معاملہ اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ اس زیادہ احتیاط کے باعث طرح طرح کے وساوس کا شکار ہو جاتے ہیں اور بالآخر ان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ اس لیے شریعت سے آگے نہ بڑھیے بلکہ شریعت کے احکام پر اطمینان رکھتے ہوئے انھیں کافی سمجھیے!

- فيض القدير:

٤٧٧٥- (سيكون أقوام) زاد أبو داود في روايته: «من هذه الأمة»، وفي رواية: «قوم» بلفظ الإفراد. (يعتدون في الدعاء) أي يتجاوزون الحدود: يدعون بما لا يجوز، أو يرفعون الصوت به، أو يتكلفون السجع. وظاهر صنيع المصنف أن هذا هو الحديث بتمامه، والأمر بخلافه بل بقيته عند مخرجه: «والطهور» بفتح الطاء. قال التوربشتي: الاعتداء في الدعاء يكون في وجوه كثيرة، والأصل فيه أن يتجاوز عن مواقف الافتقار إلى بساط الانبساط، أو يميل إلى حد شقي الإفراط والتفريط في خاصة نفسه، وفي غيره إذا دعا له وعليه. والاعتداء في الطهور استعماله فوق الحاجة، والمبالغة في تحري طهوريته حتى يفضي إلى الوسواس اهـ. قال الطيبي: فعلى هذا ينبغي أن يروى «الطهور» بضم الطاء؛ ليشمل التعدي في استعمال الماء والزيادة على ما حد له والنقص. قال ابن حجر: الاعتداء فيه يقع بزيادة ما فوق الحاجة، أو يطلب ما يستحيل حصوله شرعا، أو يطلب معصية، أو يدعو بما لم يؤثر سيما ما ورد كراهيته كالسجع المتكلف وترك المأثور. قال ابن القيم: إذا قرنت هذا الحديث بقوله تعالى: «إن الله لا يحب المعتدين»، وعلمت أن الله يحب عبادته أنتج أن وضوء الموسوس ليس بعبادة يقبلها الله وإن أسقط الفرض عنه فلا تفتح أبواب الجنة الثمانية لوضوئه.

- شرح الطيبي على مشكاة المصابيح المسمى بـ«الكاشف عن حقائق السنن»:

الحديث السادس عشر: عن عبد الله بن مغفل ..... أنكر الصحابي على ابنه في هذه المسألة؛ لأنه طمح إلي ما لا يبلغه عملا وحالا، حيث سأل منازل الأنبياء والأولياء، وجعلها من باب

الاعتداء في الدعاء؛ لما فيها من تجاوز عن حد الأدب، والنظر الداعي إلي نفسه بعين الكمال، والاعتداء في الدعاء يكون من وجوه كثيرة، والأصل فيه أن يتجاوز عن مواقف الافتقار إلي بساط الانبساط، أو يميل إلي أحد شقي الإفراط والتفريط في خاصة نفسه، وفي غيره إذا دعا له أو عليه. والاعتداء في الطهور استعماله فوق الحاجة، والمبالغة في تحري طهوريته، حتى يفضي به إلي الوسواس، انتهي كلامه. فعلى هذا ينبغي أن يروى «الطهور» بضم الطاء؛ ليشمل التعدي في استعمال الماء، والزيادة على ما حد له. (باب السواک)

- مرقاة المفاتيح:

٤١٨- (وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُغَفَّلِ): بِضَمِّ الْمِيمِ وَفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَتَشْدِيدِ الْفَاءِ الْمَفْتُوحَةِ. قَالَ الْكَازَرُونِيُّ: تَارَةً يَرْوُونَهُ بِالْعَيْنِ وَالْقَافِ، وَتَارَةً بِدُونِ الْأَلِفِ وَاللَّامِ، وَتَارَةً يَرْوُونَهُ بِالْفَاءِ؛ ظَنًّا مِنْهُمْ أَنَّ لَامَ التَّعْرِيفِ فَارِقٌ بَيْنَ مَا هُوَ بِالْفَاءِ وَبَيْنَ غَيْرِهِ، وَكُلُّ مَا فِي «الْمَصَابِيحِ» مِنْ هَذَا الرَّسْمِ، فَهُوَ الْمُعْجَمَةُ بِالْغَيْنِ وَالْفَاءِ الْمُشَدَّدَةِ، وَأَمَّا بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالْقَافِ فَغَيْرُ مَوْجُودٍ فِي الصَّحَابَةِ فَهُوَ مِنَ التَّابِعَيْنِ اهـ. وَقَدْ تَقَدَّمَ تَرْجَمَتُهُ، وَأَنَّ الْعَسْقَلَانِيَّ قَالَ: وَلِأَبِيهِ صُحْبَةٌ. (أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَهُ يَقُولُ: («اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ». قَالَ:) أَيْ: عَبْدُ اللهِ لِابْنِهِ (أَيْ): بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَسُكُونِ الْيَاءِ حَرْفُ نِدَاءٍ يُنَادِي الْقَرِيبَ. (بُنَيَّ) تَصْغِيرٌ لِلِابْنِ مُضَافًا إِلَى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ مَفْتُوحَةً وَمَكْسُورَةً. (سَلِ اللهَ الْجَنَّةَ): أَمْرٌ مِنْ «سَأَلَ يَسْأَلُ» بِالْأَلْفِ أَوْ مِنَ الْمَهْمُوزِ لَكِنْ بِالنَّقْلِ. (وَتَعَوَّذْ بِهِ مِنَ النَّارِ): قِيلَ: فِيهِ إِرْشَادٌ إِلَى اسْتِدْعَاءِ الْخَتْمِ بِالْخَيْرِ وَالْإِيمَانِ، وَهُوَ غَايَةُ مُنْتَهَى الْخَائِفِينَ. (فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ: «إِنَّهُ») أَي: الشَّأْنُ («سَيَكُونُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ») بِتَخْفِيفِ الدَّالِ: يَتَجَاوَزُونَ عَنِ الْحَدِّ الشَّرْعِيِّ («فِي الطَّهُورِ»): بِالضَّمِّ وَيَفْتَحُ («وَالدُّعَاءِ»). وَقَالَ التُّورِبِشْتِيُّ: أَنْكَرَ الصَّحَابِيُّ عَلَى ابْنِهِ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ حَيْثُ طَمَحَ إِلَى مَا لَمْ يَبْلُغْهُ عَمَلًا وَسَأَلَ مَنَازِلَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ، وَجَعَلَهَا مِنَ الِاعْتِدَاءِ فِي الدُّعَاءِ؛ لِمَا فِيهَا مِنَ التَّجَاوُزِ عَنْ حَدِّ الْأَدَبِ، وَنَظَرُ الدَّاعِي إِلَى نَفْسِهِ بِعَيْنِ الْكَمَالِ، وَقِيلَ: لِأَنَّهُ سَأَلَ شَيْئًا مُعَيَّنًا فَرُبَّمَا كَانَ مُقَدَّرًا لِغَيْرِهِ. وَالِاعْتِدَاءُ فِي الدُّعَاءِ يَكُونُ مِنْ

وُجُوهٍ كَثِيرَةٍ، وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنْ مَوْقِفِ الِافْتِقَارِ إِلَى بِسَاطِ الِانْبِسَاطِ، وَيَمِيلَ إِلَى أَحَدِ طَرَفَيِ الْإِفْرَاطِ وَالتَّفْرِيطِ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ، وَفِي غَيْرِهِ إِذَا دَعَا لَهُ أَوْ عَلَيْهِ. وَالِاعْتِدَاءُ فِي الطَّهُورِ اسْتِعْمَالُهُ فَوْقَ الْحَاجَةِ، وَالْمُبَالَغَةُ فِي تَحَرِّي طَهُورِيَّتِهِ حَتَّى يُفْضِيَ إِلَى الْوَسَاوِسِ. قَالَ الطِّيبِيُّ: فَعَلَى هَذَا يَنْبَغِي أَنْ يُرْوَى «الطُّهُورُ» بِضَمِّ الطَّاءِ؛ لِيَشْمَلَ التَّعَدِّي اسْتِعْمَالَ الْمَاءِ وَالزِّيَادَةَ عَلَى مَا حَدَّ لَهُ. قُلْتُ: الضَّمُّ غَيْرُ مُتَعَيِّنٍ؛ لِأَنَّ الْفَتْحَ لُغَةٌ فِيهِ، بَلِ الْفَتْحُ أَظْهَرُ فِي إِفَادَةِ هَذَا الْمَعْنَى؛ فَإِنَّ التَّقْدِيرَ حِينَئِذٍ اسْتِعْمَالُ مَا يُطَهَّرُ بِهِ. (باب سنن الوضوء)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

15 صفر المظفر 1442ھ/3 اکتوبر 2020

مقالہ نمبر 9:

نفلی عبادات کی عادت بنالیجیے!

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

قرآن وسنت میں نفلی عبادات جیسے نفلی نمازیں، ذکر وتسبیحات، تلاوت وغیرہ کی بڑی ہی فضیلت اور اہمیت بیان فرمائی گئی ہے، ان عبادات سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی تاکید کی جاتی ہے کہ نفلی عبادات کو معمول بنالینا چاہیے، ان کی ادائیگی میں ہیشگی کرنی چاہیے اور کوشش یہی کرنی چاہیے کہ جہاں تک ہوسکے ان میں ناغہ نہ ہونے پائے۔ اسی طرح ہمارے مشائخ کرام اور بزرگانِ دین بھی جب اپنے مریدین اور متعلقین کو اذکار اور دیگر معمولات کی تعلیم دیتے ہیں تو ساتھ میں یہ تاکید بھی فرماتے ہیں کہ ان معمولات واذکار میں ناغہ نہیں ہونا چاہیے، اگر کبھی فرصت اور موقع نہ ملے یا طبیعت ساتھ نہ دے تو مقدار اور کیفیت میں کمی کردی جائے لیکن ناغہ نہ کیا جائے۔

قرآن وسنت اور حضرات اکابر کی تعلیمات سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ہر مؤمن کو چاہیے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق شب وروز میں تلاوت، ذکر وتسبیحات، نفلی نمازوں اور دیگر نفلی عبادات کا معمول بنائے اور ان کی ادائیگی کا ایسا اہتمام کرے کہ حتی الامکان ان میں ناغہ نہ کرے۔ اسی طرح جو لوگ کسی مستند متبعِ شریعت شیخِ کامل اور بزرگ سے اصلاحی تعلق رکھتے ہیں تو وہ ان کے مشورے اور تعلیمات کے مطابق نفلی عبادات پر ہیشگی اختیار کریں۔ اور ویسے بھی نفلی عبادات میں مستند مشائخ کرام اور بزرگانِ دین کی تعلیمات کی پیروی اور ان سے مشاورت بہت ہی مفید اور اہم ہے، جس کی مزید تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

ذیل میں نفلی عبادات پر ہیشگی اختیار کرنے کی فضیلت، اہمیت اور فوائد سے متعلق تفصیل ذکر کی جاتی ہے، تاکہ اس کے مختلف پہلو واضح ہوسکیں۔

نفلی عبادات کی پابندی کے فوائد:

نفلی عبادات کی پابندی کرنے اور ان میں ناغہ نہ کرنے کے متعدد فوائد ہیں، جیسے:

- نفلی عبادات کی عادت ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کی ادائیگی دشوار نہیں رہتی۔
- نفلی عبادات کی بلاناغہ ادائیگی کی وجہ سے ان کا اجر بھی مسلسل نصیب ہوتا ہے۔

- روحانیت میں مسلسل ترقی ہوتی رہتی ہے۔
- اللہ تعالیٰ کا قُرب میسر آنے لگتا ہے۔
- عبادات کی ادائیگی اور اطاعتِ خداوندی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اور ان کی بجاآوری میں ایک روحانی قوت نصیب ہوتی ہے۔
- گناہوں کی ہمت کمزور پڑتی جاتی ہے اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔
- زندگی کے اوقات نیکیوں میں صَرف ہوتے ہیں۔
- دعاؤں کی قبولیت کی امید بڑھ جاتی ہے۔
- سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو جاتی ہے۔

نفلی عبادات کی عادت بنالینے کی اہمیت اور فضیلت:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ نیکی بڑی ہی محبوب ہوتی ہے جس کو معمول بنایا جائے کہ ممکنہ حد تک کوشش یہی کی جائے کہ اس میں ناغہ نہ ہونے پائے۔اس لیے چند دن نفلی عبادات کی کثرت کرکے ہمت ہار جانے سے بہتر یہ ہے کہ اتنی مقدار میں نفلی عبادات کا معمول بنایا جائے جس پر ہیشگی کی جاسکے اور اسے سہولت کے ساتھ معمول بنایا جاسکے، ذیل میں اس بارے میں چند احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نیک عمل وہ ہے جس پر ہیشگی ہو اگرچہ وہ مقدار میں کم ہو۔‘‘

- مسند احمد میں ہے:

٢٥٣١٧- عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ».

2۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو

سب سے زیادہ محبوب ہے؟ تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس پر ہمیشگی کی جا سکے اگرچہ وہ کم ہو۔ اور فرمایا کہ اتنے (نفلی) اعمال کی پابندی کرو جن کی ادائیگی کی طاقت رکھتے ہو۔''

- صحیح بخاری میں ہے:

٦٤٦٥- عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ قَالَ: «أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ»، وَقَالَ: «اكْلَفُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ».

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نفلی اعمال میں سے اتنی ہی مقدار کو اپنانا چاہیے جس کی پابندی ہو سکے، اپنی طاقت سے بڑھ کر پابندی اور اہتمام شریعت کا مزاج نہیں، بلکہ اس میں بھی اعتدال مطلوب ہے۔

3۔ حضرت عبد اللہ بن ابی قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: تہجد نہ چھوڑیئے کیوں کہ حضور اقدس ﷺ بھی اسے ترک نہیں فرماتے، اور جب وہ بیمار یا تھکے ہوئے ہوتے تو بیٹھ کر ادا فرماتے۔

- سنن ابی داود میں ہے:

١٣٠٩- عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي قَيْسٍ يَقُولُ: قَالَتْ عَائِشَةُ رضى الله عنها: لَا تَدَعْ قِيَامَ اللَّيْلِ؛ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُهُ، وَكَانَ إِذَا مَرِضَ أَوْ كَسِلَ صَلَّى قَاعِدًا.

4۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قسم اس ذات کی جس نے نبی کریم ﷺ کو وفات دی، حضور اقدس ﷺ کے وصال سے پہلے سوائے فرض نماز کے ان کی اکثر (نفل) نماز بیٹھ کر ادا ہوتی، اور ان کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نیک عمل وہ ہوتا جس پر بندہ ہمیشگی کرے اگرچہ وہ مقدار میں کم ہو۔

- مسند احمد:

٢٦٦٠٥- عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: قُلْتُ: وَالَّذِي تَوَفَّى نَفْسَهُ مَا مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى كَانَتْ أَكْثَرُ صَلَاتِهِ قَاعِدًا إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَكَانَ أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَيْهِ الَّذِي يَدُومُ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَإِنْ كَانَ يَسِيرًا.

ان دو احادیث کی روشنی میں درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

- ان سے نفلی عبادات کی پابندی کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔
- اگر بیماری، تھکاوٹ یا طبعی بوجھ کی وجہ سے نفلی نماز کھڑے ہو کر ادا کرنا مشکل ہو رہا ہے تو اسے چھوڑ دینے سے بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر ادا کر لی جائے۔
- واضح رہے کہ جب نفل نماز کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر ادا کی جائے تو اس کا پورا پورا اجر ملتا ہے، البتہ بلا عذر بیٹھ کر نفل نماز ادا کرنا بھی جائز ہے لیکن اس سے اجر آدھا ملتا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

١١١٥- عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا، فَقَالَ: «إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ....».

5۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”جس شخص کا تہجد پڑھنا معمول ہو اور (کسی رات) اس پر نیند کا غلبہ ہو جائے (اور اس سے تہجد رہ جائے) تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس نماز کا اجر لکھ لیتے ہیں اور اس کی نیند اس کے لیے صدقہ شمار ہوتی ہے۔“

- سنن النسائی میں ہے:

١٧٨٣- عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ رَجُلٍ عِنْدَهُ رِضًى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ امْرِئٍ تَكُونُ لَهُ صَلَاةٌ بِلَيْلٍ فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا نَوْمٌ إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ أَجْرَ صَلَاتِهِ، وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ».

6۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”جب بندہ بیمار پڑ جاتا ہے یا وہ سفر پر ہوتا ہے (جس کی وجہ سے اس کے نیک اعمال میں کمی واقع ہو جاتی ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح اجر عطا فرماتا ہے جیسا کہ وہ تندرست اور مقیم ہونے کی حالت میں ادا کیا کرتا تھا۔“

- صحیح بخاری میں ہے:

٢٩٩٦- حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَبُو

إِسْمَاعِيلَ السَّكْسَكِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ وَاصْطَحَبَ هُوَ وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي كَبْشَةَ فِي سَفَرٍ فَكَانَ يَزِيدُ يَصُومُ فِي السَّفَرِ فَقَالَ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ: سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى مِرَارًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا».

ان دو احادیث میں مذکور فضیلت حاصل ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ تہجد اور دیگر نوافل کی ادائیگی اس شخص کا معمول ہوتا ہے۔

نفلی عبادات میں ناغہ ہو جانے کی تلافی:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ شرعی حدود اور اعتدال میں رہتے ہوئے نفلی عبادات کا معمول بنا لینا چاہیے اور بھرپور کوشش یہی ہونی چاہیے کہ ان میں ناغہ نہ ہو، البتہ اگر کبھی کسی عذر کی وجہ سے کسی وقت کے نفلی عبادات رہ جائیں تو ان کی تلافی کا ذکر بھی احادیث میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب کوئی نیک عمل شروع فرماتے تو اس پر پابندی فرماتے، اور اگر کبھی رات کو سوتے رہ جاتے یا بیمار ہوتے (اور تہجد رہ جاتی) تو دن کو بارہ رکعات ادا فرماتے۔

- صحیح مسلم میں ہے:

١٧٧٨- عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ، وَكَانَ إِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ أَوْ مَرِضَ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

گویا کہ نفلی نماز کی پابندی کا اس قدر اہتمام تھا کہ جب کسی عذر کی وجہ سے رات کو تہجد رہ جاتی تو دن کو اس کی تلافی کے طور پر بارہ رکعات نفل نماز ادا فرماتے۔

2۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جو شخص (رات کو) اپنے معمول سے سوتا رہ جائے اور وہ اس کو فجر سے لے کر ظہر تک کسی وقت پڑھ لے تو اس کے لیے اتنا ہی اجر لکھا جائے گا جیسا کہ اس نے رات کو پڑھا ہو۔“

- صحیح مسلم میں ہے:

١٧٧٩- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ».

اس حدیث کی روشنی میں درج ذیل باتیں سمجھنے کی ہیں:

- اس حدیث سے نفلی عبادات کی پابندی کرنے اور ان میں ناغہ نہ کرنے کی اہمیت بخوبی معلوم ہوتی ہے۔
- کسی عذر کی وجہ سے کسی دن ناغہ ہو بھی جائے تو ناغہ سے بچنے کے لیے بعد میں اس کی تلافی کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔
- نفلی عبادات کی تلافی کی صورت میں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے پورا اجر عطا فرما دیتے ہیں۔
- اس حدیث میں معمول سے مراد عام ہے، چاہے ذکر ہو، وظیفہ ہو، تلاوت ہو یا نفلی نماز ہو؛ سب کے لیے یہی حکم ہے، اسی طرح چاہے شب وروز کے متعین نوافل ہوں جیسے اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد وغیرہ یا عام نفل نمازیں ہوں۔
- اس حدیث سے رات کے معمولات کی تلافی ظہر کی نماز سے پہلے پہلے کر لینے کا تو واضح ثبوت ملتا ہے، جہاں تک دیگر نفلی عبادات کی تلافی کا مسئلہ ہے تو اگر کوئی ان کی بھی تلافی کر لیا کرے تو ان شاء اللہ اجر وثواب سے محرومی نہ ہوگی کیوں کہ ان جیسی احادیث سے اس کی بنیاد سامنے آجاتی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم فرماتے ہیں:

نفل کام کی تلافی:

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبد الحئ صاحب قدّس اللہ سرّہ نے اس حدیث کی بنیاد پر جس میں دعا بھول جانے کا ذکر ہے، فرمایا کہ جب بھی آدمی کوئی نفلی عبادت اپنے وقت پر ادا کرنا بھول گیا یا کسی عذر کی وجہ سے وہ نفلی عبادت نہ کر سکا تو یہ نہ سمجھے کہ بس اب اس نفلی عبادت کا وقت تو چلا گیا، اب چھٹی

ہوگئی، بلکہ بعد میں موقع مل جائے اس نفلی عبادت کو کرلے، چنانچہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت والا قدس اللہ سرہ کے ساتھ ایک اجتماع میں شرکت کے لیے جارہے تھے۔ مغرب کے وقت وہاں پہنچنا تھا مگر ہمیں نکلتے ہوئے دیر ہوگئی، جس کی وجہ سے مغرب کی نماز راستے میں ہی ایک مسجد میں پڑھی، چوں کہ خیال یہ تھا کہ وہاں پر لوگ منتظر ہوں گے۔ اس لیے حضرت والا نے صرف تین فرض اور دو سنتیں پڑھیں۔ اور ہم نے بھی تین فرض اور دو سنتیں پڑھ لیں، اور وہاں سے جلدی روانہ ہوگئے، تاکہ جو لوگ انتظار کررہے ہیں، ان کو انتظار زیادہ نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہاں پہنچ گئے، اجتماع ہوا۔ پھر عشا کی نماز بھی وہیں پڑھی اور رات کے دس بجے تک اجتماع رہا۔ پھر جب حضرت والا وہاں سے رخصت ہونے لگے تو ہم لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ بھائی! آج مغرب کے بعد کی اوّابین کہاں گئیں؟ ہم نے کہا کہ حضرت! وہ تو آج رہ گئیں، چوں کہ راستے میں جلدی تھی اس لیے نہیں پڑھ سکے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ رہ گئیں اور بغیر کسی معاوضے کے رہ گئیں! ہم نے کہا کہ حضرت! چوں کہ لوگ انتظار میں تھے، جلدی پہنچنا تھا، اس عذر کی وجہ سے اوّابین کی نماز رہ گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ الحمد للہ جب میں نے عشا کی نماز پڑھی تو عشا کی نماز کے ساتھ جو نوافل پڑھا کرتا ہوں ان کے علاوہ مزید چھ رکعتیں پڑھ لیں، اب اگرچہ وہ نوافل اوّابین نہ ہوں، اس لیے کہ اوّابین کا وقت تو مغرب کے بعد ہے، لیکن یہ سوچا کہ وہ چھ رکعتیں جو چھوٹ گئی تھیں کسی طرح ان کی تلافی کرلی جائے، الحمد للہ میں نے تو اب چھ رکعتیں پڑھ کر اوّابین کی تلافی کرلی ہے، اب تم جانو، تمہارا کام۔

پھر فرمایا کہ تم مولوی ہو، یہ کہو گے کہ نوافل کی قضا نہیں ہوتی، اس لیے کہ مسئلہ یہ ہے کہ فرائض اور واجبات کی قضا ہوتی ہے، سنت اور نفل کی قضا نہیں ہوتی، آپ نے اوّابین کی قضا کیسے کرلی؟ تو بھائی! تم نے وہ حدیث پڑھی ہے جس میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر تم کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جاؤ تو جب درمیان میں یاد آجائے تو اس وقت پڑھ لو، اور اگر آخر میں یاد آجائے اس وقت پڑھ لو۔ اب دعا پڑھنا کوئی فرض و واجب تو تھا نہیں، پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ بعد میں پڑھ لو؟ بات

دراصل یہ ہے کہ ایک نفل اور مستحب کام جو ایک نیکی کا کام تھا اور جس کے ذریعے نامہ اعمال میں اضافہ ہو سکتا تھا وہ اگر چھوٹ گیا تو اس کو بالکلیہ مت چھوڑو، دوسرے وقت کرلو، اب چاہے اس کو قضا کہو یا نہ کہو لیکن اس نفل کام کی تلافی ہو جائے۔ یہی باتیں بزرگوں سے سیکھنے کی ہوتی ہیں، اس دن حضرت والا نے ایک عظیم باب کھول دیا، ہم واقعی یہی سمجھتے تھے اور فقہ کے اندر لکھا ہے کہ نوافل کی قضا نہیں، لیکن اب معلوم ہوا کہ ٹھیک ہے قضا تو نہیں ہو سکتی لیکن تلافی تو ہو سکتی ہے، اس لیے کہ اس نفل چھوٹنے کی وجہ سے جو نقصان ہو گیا، نیکیاں ضائع ہو گئیں لیکن بعد میں جب اللہ تعالیٰ فراغت کی نعمت عطا فرمائے اس وقت اس نفل کو ادا کرلو۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کے درجات بلند فرمائے آمین۔

(اصلاحی خطبات 5/153-155)

○ حاشیۃ السندی علی سنن النسائی:

[١٧٩٠] مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ أَي من نَام فِي اللَّيْل عَن ورده. الحزب بِكَسْر الْحَاء الْمُهْملَة وَسُكُون الزَّاي الْمُعْجَمَة: الْورْد وَهُوَ مَا يَجْعَل الْإِنْسَان وَظِيفَة لَهُ من صَلَاة أَو قِرَاءَة أَو غَيرهمَا، وَالْحمل على اللَّيْل بِقَرِينَة النّوم، وَيشْهد لَهُ آخر الحَدِيث وَهُوَ قَوْله: «مَا بَين صَلَاة الْفجْر وَصَلَاة الظّهْر». ثمَّ الظَّاهِر أَنه تحريض على الْمُبَادرَة وَيحْتَمل أَن فضل الْأَدَاء مَعَ المضاعفة مَشْرُوط بِخُصُوص الْوَقْت. وَفِي الحَدِيث دَلِيل على أَن النَّوَافِل تقضي. وَقَالَ السُّيُوطِيّ: الحزب: هُوَ الْجُزْء من الْقُرْآن يصلى بِهِ. وَقَوله:«كتب لَهُ» الخ تفضل مِنَ اللهِ تَعَالَى. وَهَذِهِ الْفَضِيلَةُ إِنَّمَا تَحْصُلُ لِمَنْ غَلَبَهُ نَوْمٌ أَوْ عُذْرٌ مَنَعَهُ مِنَ الْقيام مَعَ أَن نِيَّته الْقيام، وَظَاهره أَن لَهُ أجره مكملا مضاعفا لِحُسْنِ نِيَّتِهِ وَصِدْقِ تَلَهُّفِهِ وَتَأَسُّفِهِ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ شُيُوخِنَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ غَيْرَ مُضَاعَفٍ إِذِ الَّتِي يُصَلِّيهَا أَكْمَلُ وَأفضل، وَالظَّاهِر الأول، قلت: بل هُوَ الْمُتَعَيّن، والا فَأصل الْأجر يكْتب بِالنِّيَّةِ، وَالله تَعَالَى أعلم.

نفلی عبادات کا معمول رہ جائے تو ان کی تلافی کا طریقہ:

اگر کسی دن کسی وجہ سے نفلی عبادات کا رہ جائیں تو ان کی تلافی کا طریقہ یہی ہے کہ اگلے مناسب وقت میں وہ معمول پورا کرلیا جائے، اسی طرح نفلی نماز کا معمول رہ جائے تو اگلے کسی مناسب وقت میں اتنی ہی رکعات نفل نماز ادا کرلی جائے۔ چاہے شب وروز کے متعین نوافل ہوں جیسے اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد وغیرہ یا عام نفل نمازیں ہوں؛ سب کا یہی حکم ہے۔

قضا اور تلافی کا فرق:

واضح رہے کہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ نفل نماز کی قضا نہیں ہے، البتہ اس کی تلافی ہوسکتی ہے۔ متعدد احکام ایسے ہیں جن میں قضا اور تلافی میں فرق ہوجاتا ہے، جیسے:

- شریعت میں قضا نماز کی ادائیگی کا حکم دیا جاتا ہے اور اس کو لازم قرار دیا جاتا ہے جبکہ نفل نماز کی تلافی کی صرف ترغیب دی جاسکتی ہے، اسے لازم قرار نہیں دیا جاسکتا۔
- قضا نماز جب تک ادا نہ کی جائے تو ذمہ باقی رہتا ہے، جبکہ نفلی نماز کی تلافی کی صورت میں کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی، بلکہ وہ تو صرف فضیلت ہوتی ہے۔
- قضا نماز میں قضا ہی کی نیت کی جاتی ہے، جبکہ نفل نماز کی تلافی میں قضا کی نیت نہیں کی جاسکتی۔
- قضا نماز کی ادائیگی کے اوقات اور تلافی کے طور پر ادا کی جانے والی نفلی نماز کی ادائیگی کے وقت میں بھی فرق ہے، یہ تلافی کے نوافل صرف انھی اوقات میں ادا کیے جاسکتے ہیں جن میں نفل ادا کرنا جائز ہے۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
2 صفر المظفّر 1442ھ/ 20 ستمبر 2020

مقالہ نمبر 10:

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا تفصیلی حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم:

وضو شروع کرنے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا سنت ہے، پوری ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ اس سنت پر عمل کرنے کے نتیجے میں متعدد فوائد حاصل ہو جاتے ہیں، جیسے:

- سنت پر عمل کرنے کا ثواب نصیب ہو جاتا ہے۔
- وضو کامل ہو جاتا ہے، جبکہ اس کے بغیر وضو کامل نہیں ہو سکتا۔
- کامل طور پر جسم کی ظاہری اور باطنی پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے۔

جبکہ بسم اللہ پڑھے بغیر وضو تو ہو جاتا ہے لیکن اس صورت میں مذکورہ فوائد سے محرومی ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ کتنی بڑی محرومی ہے! اس لیے ہمیں وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا بھرپور اہتمام کرنا چاہیے۔

- مصنّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١٤- حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: حدَّثَنِي رُبَيْحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ.

١٥- حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَ: حدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَرْمَلَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا ثِفَالٍ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ رَبَاحَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حُوَيْطِبٍ يَقُولُ: حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي أَنَّهَا سَمِعَتْ أَبَاهَا يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ، وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ.

١٦- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ حَارِثَةَ، عَنْ عَمْرَةَ قَالَتْ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْمَاءِ، سَمَّى فَتَوَضَّأَ، وَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ.

١٧- حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ فَذَكَرَ اسْمَ اللهِ حِينَ يَأْخُذُ فِي وُضُوئِهِ طَهُرَ جَسَدُهُ كُلُّهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ لَمْ يَطْهُرْ مِنْهُ، إِلَّا مَا أَصَابَهُ الْمَاءُ.

١٨- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ رَبِيعٍ، عَنِ الْحَسَنِ أَنَّهُ قَالَ: يُسَمِّي إِذَا تَوَضَّأَ ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ أَجْزَأَهُ.

- **مجمع الزوائد میں ہے:**

١١١٢- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، إِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ: بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، فَإِنْ حَفَظَتَكَ لَا تَبْرَحُ تَكْتُبُ لَكَ الْحَسَنَاتِ حَتَّى تُحْدِثَ مِنْ ذَلِكَ الْوُضُوءِ».

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي «الصَّغِيرِ»، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

- **سنن النسائی میں ہے:**

٧٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ وَقَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: طَلَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَضُوءًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مَاءٌ»؟ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْمَاءِ وَيَقُولُ: «تَوَضَّئُوا بِسْمِ اللهِ». فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّئُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ. قَالَ ثَابِتٌ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: كَمْ تُرَاهُمْ؟ قَالَ؟ نَحْوًا مِنْ سَبْعِينَ.

(بَاب التَّسْمِيَةِ عِنْدَ الْوُضُوءِ)

- **حاشیہ السندی علی سنن النسائی میں ہے:**

«توضئوا بِسم الله» أَي متبركين أَو مبتدئين بِهِ أَو قائلين هَذَا اللَّفْظ، على أَن الْجَار وَالْمَجْرُور أُرِيد بِهِ لَفظه، وعَلى كل تَقْدِير يحصل الْمَطْلُوب، وَعدل عَن الحَدِيث الْمَشْهُور بَينهم فِي هَذِه الْمَسْأَلَة وَهُوَ «لَا وضوء لمن لم يذكر اسْم الله عَلَيْهِ»؛ لما فِي إِسْنَاده من التَّكَلُّم.

فائدہ 1:

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے یا مستحب، اس حوالے سے دو آرا پائی جاتی ہیں: متعدد فقہاء کرام نے اس کو مستحب قرار دیا ہے جبکہ امام طحاوی، امام قدوری، بہت سے متأخرین اور حضرات اکابر نے اس کو سنت قرار دیا ہے۔ جہاں تک امام ابن الہمام رحمہ اللہ کے اس قول کا تعلق ہے کہ وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب ہے تو اس کو حضرات فقہاء کرام نے قبول نہیں فرمایا ہے۔

- **رد المحتار:**

[تَتِمَّةٌ]: مَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ مِنْ أَنَّ الْبَدَاءَةَ بِالتَّسْمِيَةِ سُنَّةٌ هُوَ مُخْتَارُ الطَّحَاوِيِّ وَكَثِيرٌ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ.

وَرَجَّحَ فِي «الْهِدَايَةِ» نَدْبَهَا، قِيلَ: وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ، «نَهْرٌ». وَتَعَجَّبَ صَاحِبُ «الْبَحْرِ» مِنَ الْمُحَقِّقِ ابْنِ الْهُمَامِ حَيْثُ رَجَّحَ هُنَا وُجُوبَهَا، ثُمَّ ذَكَرَ فِي بَابِ شُرُوطِ الصَّلَاةِ أَنَّ الْحَقَّ مَا عَلَيْهِ عُلَمَاؤُنَا مِنْ أَنَّهَا مُسْتَحَبَّةٌ، كَيْفَ وَقَدْ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: لَا أَعْلَمُ فِيهَا حَدِيثًا ثَابِتًا. (سنن الوضوء)

فائدہ2:

وضو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے سے متعلق جو روایات وارد ہوئی ہیں ان کو کئی محدثین کرام نے کمزور قرار دیا ہے حتی کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حوالے سے کوئی معتبر حدیث میرے علم میں نہیں۔ البتہ زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اول تو ان میں سے بعض حسن درجے کی روایات بھی ہیں جو کہ دیگر کمزور روایات کے لیے قوت کا ذریعہ بن جاتی ہیں، دوم یہ کہ یہ تمام کمزور روایات بھی باہمی قوت کا ذریعہ بن جاتی ہیں، سوم یہ کہ ماقبل میں جو سنن ابن ماجہ کی حدیث ذکر کی گئی ہے وہ صحیح درجے کی ہے، جس کی وجہ سے مزید قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے ایسی تمام روایات مجموعی اعتبار سے قابلِ استدلال ہیں۔

اس بحث کے لیے ”شرح ابن ماجہ لمغلطائی“ کے ساتھ ساتھ درج ذیل عبارات بھی ملاحظہ فرمائیں:

- مصباح الزجاجۃ لشہاب البوصیری:

(١٦٤) حَدثنَا أَبُو كريب مُحَمَّد بن الْعَلَاء: حَدثنَا زيد بن الْحباب، ح: وَحدثنَا مُحَمَّد بن بشار: حَدثنَا أَبُو عَامر الْعَقدي، ح: وَحدثنَا أَحْمد بن منيع: حَدثنَا أَبُو أَحْمد الزبيري، قَالُوا: حَدثنَا كثير بن زيد عَن ربيح بن عبد الرَّحْمَن بن أبي سعيد عَن أَبِيه عَن أبي سعيد الْخُدْرِيّ: أَن النَّبِي ﷺ قَالَ: «لَا وضوء لمن لم يذكر اسْم الله عَلَيْهِ».

هَذَا إِسْنَاد حسن، رَوَاهُ الْحَاكِم فِي «الْمُسْتَدْرك» عَن الْأَصَم عَن الْحُسَيْن بن عَليّ بن عَفَّان عَن زيد بن الْحباب بِهِ، وَزَاد فِي أَوله: «لَا صَلَاة لمن لَا وضوء لَهُ»، وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ عَن الْحَاكِم، وَسُئِلَ أَحْمد بن حَنْبَل عَن التَّسْمِيَة فِي الْوضُوء فَقَالَ: لَا أعلم فِيهِ حَدِيث كثير عَن ربيح، وربيح رجل لَيْسَ بِمَعْرُوف. انْتهى. وَالْمَعْرُوف عَن البُخَارِيّ مَا حَكَاهُ عَن التِّرْمِذِيّ عَنهُ أَن أحسن شَيْء فِي هَذَا الْبَاب حَدِيث رَبَاح بن عبد الرَّحْمَن بن أبي سُفْيَان عَن جدته عَن أَبِيهَا سعيد بن زيد. وَسَيَأْتِي، وَقد

أخرجه التِّرمِذِيّ وَابْن ماجه، وَأعله أَبُو زرْعَة وَأَبُو حَاتِم وَابْن الْقطَّان، وَالله أعلم. وَربيح رَوَاهُ أَحْمد بن منيع فِي «مُسْنده» كَمَا ذكره ابْن ماجه، وَكَذَا أَبُو يعلى الْموصِلِي، ذكره ابْن حبَان فِي «الثِّقَات»، وَقَالَ ابْن عدي: أَرْجُو أَنه لَا بَأْس بِهِ، وَقَالَ التِّرْمِذِيّ: فِي «الْعِلَل» عَن البُخَارِيّ: مُنكر الحَدِيث، وَالله أعلم. قَالَ التِّرمِذِيّ: وَفِي الْبَاب عَن عَائِشَة وَأبي سعيد وَأبي هُرَيْرَة وَأنس وَسَهل بن سعد. وَرَوَاهُ أَبُو بكر بن أبي شيبَة عَن زيد بن الْحباب وَمُحَمّد بن عبد الله بن الزبير عَن كثير بن زيد بِهِ فَذكره.

(١٦٥) حَدثنَا الْحسن بن عَلِيّ الْخلال: حَدثنَا يزِيد بن هَارُون: أَنبأنا يزِيد بن عِيَاض: حَدثنَا أَبُو ثفال عَن رَبَاح بن عبد الرَّحْمَن بن أبي سُفْيَان أَنه سمع جدته بنت سعيد بن زيد تذكر أَنَّهَا سَمِعت أَبَاهَا سعيد بن زيد يَقُول: قَالَ رَسُول الله ﷺ: «لَا صَلَاة لمن لَا وضوء لَهُ، وَلَا وضوء لمن لم يذكر اسْم الله عَلَيْهِ».

قلت: هَكَذَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُد الطَّيَالِسِيّ فِي «مُسْنده» عَن الْحسن بن أبي جَعْفَر عَن أبي ثفال، بِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ فِي «جَامعه» من طَرِيق أبي ثفال بِهِ فَذكره دون قَوْله: «لَا صَلَاة لمن لا وضوء لَهُ».

(بَاب مَا جَاءَ فِي التَّسْمِيَة فِي الْوضُوء)

- **الترغیب والترہیب للمنذری:**

٣- عن رباح بن عبد الرحمن بن أبى سُفيان بن حُويطبٍ عن جدته عن أبيها قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: «لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه»، رواه الترمذي واللفظ له، وابن ماجه، والبيهقى، وقال الترمذي: قال محمد بن إسماعيل يعنى البخاري: أحسن شئ في هذا الباب حديث رباح بن عبد الرحمن عن جدته عن أبيها، قال الترمذي: وأبوها سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل.

(قال الحافظ): وفي الباب أحاديث كثيرة لا يسلم منها عن مقال. وقد ذهب الحسن وإسحاق بن راهويه، وأهل الظاهر إلى وجوب التسمية في الوضوء، حتى إنه إذا تعمد تركها أعاد الوضوء، وهو رواية عن الإمام أحمد، ولا شك أن الأحاديث التى وردت فيها وإن كان لا يسلم شئ منها عن مقال فإنها تتعاضد بكثرة طرقها، وتكتسب قوة، والله أعلم.

(الترهيب من ترك التسمية على الوضوء عامدا)

وضو سے پہلے بسم اللہ کب پڑھی جائے؟

مذکورہ مسئلے سے متعلق یہ تفصیل بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جس وضو سے پہلے استنجا کرنے کی ضرورت ہو تو حضرات فقہاء کرام کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ایسی صورت میں بسم اللہ کب پڑھی جائے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چوں کہ ایسی صورت میں استنجا وضو کی تمہید اور حصہ ہے اس لیے استنجا سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، جبکہ بعض دیگر حضرات کا قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں بھی وضو ہی سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ ان دونوں اقوال کو جمع کرتے ہوئے صحیح اور محتاط قول یہ ہے کہ جس وضو سے پہلے استنجا کی ضرورت ہو تو ایسی صورت میں استنجا سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھی جائے اور وضو سے پہلے بھی۔

وضاحت 1:

مذکورہ تفصیل کے مطابق استنجا سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت بیت الخلا کی دعا کے ساتھ ساتھ بسم اللہ بھی پڑھی جائے، البتہ اگر بیت الخلا کے علاوہ کسی اور جگہ استنجا کرنا ہو تو ایسی صورت میں بسم اللہ اور دعا ستر کھولنے سے پہلے پڑھی جائے، البتہ اگر استنجا ایسی جگہ کیا جا رہا ہو جہاں گندگی ہو تو ایسی صورت میں وہاں جانے سے پہلے ہی بسم اللہ اور دعا پڑھ لی جائے۔ (رد المحتار)

فائدہ:

اسی سے منسلک یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ بعض روایات میں بیت الخلا جانے کی دعا میں بسم اللہ پڑھنے کا بھی ذکر آتا ہے، البتہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ ان روایات پر محدثین کرام نے کلام بھی کیا ہے۔ ذیل میں روایات ملاحظہ فرمائیں:

- مصنَّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٣٠٥٢٢- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ قَالَ: بِسْمِ اللهِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.

- **کتاب الدعاء للطبرانی:**

٣٥٦- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَاشِمٍ الْبَغَوِيُّ: حَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ الذَّرَّاعُ: حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ أَبِي عُمَارَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ هَذِهِ الْحُشُوشَ مُحْتَضَرَةٌ فَإِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْخَلاءَ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ وَمِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. قَالَ الطَّبَرَانِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِمَّنْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ قَتَادَةَ فِي مَتْنِهِ «بِسْمِ اللهِ» إِلا عَدِيُّ بْنُ أَبِي عُمَارَةَ.

٣٥٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ: حَدَّثَنَا أَبِي، ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلاءَ قَالَ: بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.

٣٥٨- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ غَنَّامٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ قَالَ: بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ. (باب القول عند دخول الخلاء)

- **فتح الباری میں ہے:**

وَقَدْ رَوَى الْعُمَرِيُّ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ طَرِيقِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الْمُخْتَارِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ بِلَفْظِ الْأَمْرِ قَالَ: «إِذَا دَخَلْتُمُ الْخَلَاءَ فَقُولُوا: بِسْمِ اللهِ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ». وَإِسْنَادُهُ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَفِيهِ زِيَادَةُ التَّسْمِيَةِ، وَلَمْ أَرَهَا فِي غَيْرِ هَذِهِ الرِّوَايَةِ. (قَوْلُهُ: بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ الْخَلَاءِ)

البتہ ''سنن ابن ماجہ'' میں بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے صرف بسم اللہ پڑھنے کا بھی ذکر آتا ہے:

٢٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ بَشِيرِ بْنِ سَلْمَانَ: حَدَّثَنَا خَلَّادٌ الصَّفَّارُ عَنِ الْحَكَمِ النَّصْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: سِتْرُ مَا بَيْنَ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللهِ.

وضاحت 2:

ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر استنجا کے بعد وضو کی نوبت نہ آ رہی ہو تو ایسی صورت میں مذکورہ مسئلے کے مطابق استنجا سے پہلے بسم اللہ پڑھنے والی تفصیل لاگو نہ ہوگی، البتہ چوں کہ بعض روایات میں بیت الخلا جانے کی دعا میں بسم اللہ کا بھی ذکر آتا ہے اس لیے اگر کوئی ان کی اتباع میں بسم اللہ بھی پڑھ لے تو یہ درست ہے۔ جیسا کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ’’بہشتی زیور‘‘ میں بیت الخلا جانے کی دعا سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

فقہی عبارات

- فتاویٰ ہندیہ:

منها: التَّسْمِيَةُ. التَّسْمِيَةُ سُنَّةٌ مُطْلَقًا غَيْرُ مُقَيَّدٍ بِالْمُسْتَيْقِظِ وَتُعْتَبَرُ عِنْدَ ابْتِدَاءِ الْوُضُوءِ ...... ويسمى قبل الِاسْتِنْجَاءِ وَبَعْدَهُ، هو الصَّحِيحُ، كَذَا في «الْهِدَايَةِ». وَلَا يسمى في حَالِ الِانْكِشَافِ وَلَا في مَحَلِّ النَّجَاسَةِ، هَكَذَا في «فَتْحِ الْقَدِيرِ». (الْفَصْلُ الثَّانِي في سُنَنِ الْوُضُوءِ)

- الدر المختار:

(وَ) الْبدَاءَةُ (بِالتَّسْمِيَةِ) ..... (قَبْلَ الِاسْتِنْجَاء وَبَعْده) إلَّا حَالَ انْكِشَافٍ وَفِي مَحَلِّ نَجَاسَةٍ فَيُسَمِّي بِقَلْبِهِ ......

- رد المحتار:

(قَوْلُهُ: قَبْلَ الِاسْتِنْجَاءِ)؛ لِأَنَّهُ مِنَ الْوُضُوءِ، وَالْبدَاءَةُ فِي الْوُضُوءِ شُرِعَتْ بِالتَّسْمِيَةِ، «حلْبَةٌ»، وَفِيهَا: ثُمَّ هَذَا كُلُّهُ أَيْ مَا ذُكِرَ مِنْ أَلْفَاظِ التَّسْمِيَةِ عِنْدَ ابْتِدَاءِ الْوُضُوءِ. أَمَّا عِنْدَ الِاسْتِنْجَاءِ فَفِي الصَّحِيحَيْنِ: «أَنَّهُ ﷺ كَانَ إذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: اللَّهُمَّ إنِّي أَعُوذُ بِك مِنْ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ»، وَزَادَ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو حَاتِمٍ وَابْنُ السَّكَنِ فِي أَوَّلِهِ: «بِسْمِ اللهِ» ..... (قَوْلُهُ: وَبَعْدَهُ)؛ لِأَنَّهُ حَالَ مُبَاشَرَةِ الْوُضُوءِ، «دُرَرٌ». وَفِيهَا أَنَّ عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَايِخِ تُسَنُّ قَبْلَهُ، وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ بَعْدَهُ، فَالْأَحْوَطُ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا. اهـ. وَاخْتَارَهُ فِي «الْهِدَايَةِ» وَ«قَاضِي خَانْ». (قَوْلُهُ: إلَّا حَالَ انْكِشَافٍ إلَخْ)

الظَّاهِرُ أَنَّ الْمُرَادَ أَنَّهُ يُسَمِّي قَبْلَ رَفْعِ ثِيَابِهِ إنْ كَانَ فِي غَيْرِ الْمَكَانِ الْمُعَدِّ لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ، وَإِلَّا فَقَبْلَ دُخُولِهِ، فَلَوْ نَسِيَ فِيهِمَا سَمَّى بِقَلْبِهِ، وَلَا يُحَرِّكُ لِسَانَهُ تَعْظِيمًا لِاسْمِ اللهِ تَعَالَى .....

[تَتِمَّةٌ]: مَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ مِنْ أَنَّ الْبَدَاءَةَ بِالتَّسْمِيَةِ سُنَّةٌ هُوَ مُخْتَارُ الطَّحَاوِيِّ وَكَثِيرٌ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ. وَرَجَّحَ فِي «الْهِدَايَةِ» نَدْبَهَا، قِيلَ: وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ، «نَهْرٌ». وَتَعَجَّبَ صَاحِبُ «الْبَحْرِ» مِنَ الْمُحَقِّقِ ابْنِ الْهُمَامِ حَيْثُ رَجَّحَ هُنَا وُجُوبَهَا، ثُمَّ ذَكَرَ فِي بَابِ شُرُوطِ الصَّلَاةِ أَنَّ الْحَقَّ مَا عَلَيْهِ عُلَمَاؤُنَا مِنْ أَنَّهَا مُسْتَحَبَّةٌ، كَيْفَ وَقَدْ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: لَا أَعْلَمُ فِيهَا حَدِيثًا ثَابِتًا. (سنن الوضوء)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

27 محرم الحرام 1442ھ/16 ستمبر 2020

مقالہ نمبر 11:

پانی پینے سے پہلے بسم اللہ
اور پانی پینے کے بعد الحمد للہ کہنے کا تفصیلی حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

پانی پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا:

پانی پیتے وقت شروع میں ”بسم اللہ“ پڑھنا سنت ہے، اس لیے اس کا بھرپور اہتمام ہونا چاہیے۔

پانی پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا:

پانی پی لینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور شکر بجالانا سنت ہے، جس کے لیے ”الحمد للہ“ کہنا بھی کافی ہے، اسی طرح یہ دعا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ، وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا أُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنی رحمت سے ہمیں میٹھا، خوشگوار پانی پلایا، اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے اس کو کھارا، کڑوا نہیں بنایا۔

(پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں، از شیخ ومرشد عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ)

- کتاب الدعاء للطبرانی میں ہے:

٨٩٩- عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا شَرِبَ الْمَاءَ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهِ، وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا أُجَاجًا بِذُنُوبِنَا».

احادیث مبارکہ

ذیل میں پانی پینے کے شروع میں بسم اللہ جبکہ پانی پینے کے بعد الحمد للہ کہنے سے متعلق روایات ذکر کی جاتی ہیں، جن کے ضمن میں اس مسئلے سے متعلق مزید تفصیل سے وضاحت ہوسکے گی ان شاء اللہ۔

روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں پانی نہ پیا کرو، بلکہ دو اور تین سانس میں پیو، اور جب تم پانی پیو تو شروع میں اللہ کا نام لو (یعنی بسم اللہ پڑھو) اور جب تم پانی پی چکو تو آخر میں اللہ کی حمد وثنا بیان کرو۔“

- سنن الترمذی میں ہے:

١٨٨٥- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَشْرَبُوا وَاحِدًا كَشُرْبِ البَعِيرِ، وَلَكِنِ اشْرَبُوا مَثْنَى وَثُلَاثَ، وَسَمُّوا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ».

اس روایت کے مفہوم میں دو احتمالات ہیں: ایک احتمال تو یہ ہے کہ تین سانس میں پانی اس طرح پینا ہے کہ ہر سانس سے پہلے بسم اللہ اور ہر سانس کے آخر میں الحمد للہ کہا جائے۔ جبکہ دوسرا احتمال یہ ہے کہ پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہا جائے۔ ملاحظہ فرمائیں:

- مرقاۃ المفاتیح:

٤٢٧٨- (وَعَنْهُ): أَيْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا (قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: (لَا تَشْرَبُوا وَاحِدًا): أَيْ شُرْبًا وَاحِدًا (كَشُرْبِ الْبَعِيرِ): بِضَمِّ الشِّينِ وَيُفْتَحُ أَيْ كَمَا يَشْرَبُ الْبَعِيرُ دَفْعَةً وَاحِدَةً؛ لِأَنَّهُ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ («وَلَكِنِ اشْرَبُوا مَثْنَى وَثَلَاثًا»): مَنْصُوبًا عَلَى أَنَّهُمَا صِفَتَا مَصْدَرٍ مَحْذُوفٍ نَاصِبُهُمَا أَيْ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً («وَسَمُّوا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ»): أَيْ أَرَدْتُمُ الشُّرْبَ، وَفِي مَعْنَاهُ الْأَكْلُ («وَاحْمَدُوا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ»): أَيِ الْإِنَاءَ عَنِ الْفَمِ فِي كُلِّ مَرَّةٍ أَوْ فِي الْآخِرِ. (باب الشرب في آنية الذهب)

- فتح الباری للامام ابن حجر:

تَكْمِلَةٌ: أَخْرَجَ الطَّبَرَانِيُّ فِي «الْأَوْسَطِ» بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَشْرَبُ فِي ثَلَاثَةِ أَنْفَاسٍ، إِذَا أَدْنَى الْإِنَاءَ إِلَى فِيهِ يُسَمِّي اللهَ، فَإِذَا أَخَّرَهُ حَمِدَ اللهَ، يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثًا. وَأَصْلُهُ فِي «ابن ماجه»، وَله شَاهد من حَدِيث بن مَسْعُودٍ عِنْدَ الْبَزَّارِ وَالطَّبَرَانِيِّ وَأَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ مِنْ حَدِيث ابن عَبَّاسٍ الْمُشَارِ إِلَيْهِ قَبْلَ: «وَسَمُّوا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ»، وَهَذَا يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ شَاهِدًا لِحَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ الْمَذْكُورِ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ بِهِ فِي الِابْتِدَاءِ والانتهاء فَقَط، وَالله أعلم. (باب الأشربة)

2۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ تین سانس میں پانی پیتے تھے، جب

برتن منہ مبارک کے قریب کرتے تو بسم اللہ پڑھتے اور جب برتن منہ مبارک سے الگ کرتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرماتے، اس طرح تین بار کرتے۔

- مجمع الزوائد میں ہے:

٨٢٥٩- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَشْرَبُ فِي ثَلَاثَةِ أَنْفَاسٍ، إِذَا أَدْنَى الْإِنَاءَ إِلَى فِيهِ سَمَّى اللهَ، فَإِذَا أَخَّرَهُ حَمِدَ اللهَ، يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي «الْأَوْسَطِ»، وَفِيهِ عَتِيقُ بْنُ يَعْقُوبَ وَهُوَ أَحَدُ رِجَالِ «الْمُوَطَّأ» عن مَالِكٍ، رَوَاهُ عَنْهُ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ أَبُو زُرْعَةَ، وَقَالَ: بَلَغَنِي أَنَّهُ حفظَ «الْمُوَطَّأَ» فِي حَيَاةِ الْإِمَامِ مَالِكٍ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

- ارشادالساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

وفي حديث أبي هريرة المروي في «الأوسط» للطبراني بسند حسن: أن النبي ﷺ كان يشرب في ثلاثة أنفاس، إذا أدنى الإناء إلى فيه سمى الله فإذا أخّره حمد الله، يفعل ذلك ثلاثًا.

(باب الشرب بنفسين أو ثلاثة)

اس روایت کا واضح مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ تین سانس میں پانی اس طرح پیتے کہ ہر سانس سے پہلے بسم اللہ اور ہر سانس کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرماتے۔

3۔ حضرت نوفل بن معاویہ دیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا کہ وہ تین سانس میں پانی پی رہے تھے، جن کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرما رہے تھے۔

- مجمع الزوائد میں ہے:

٨٢٦٠- عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الدَّيْلِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَشْرَبُ بِثَلَاثَةِ أَنْفَاسٍ، يُسَمِّي اللهَ فِي أَوَّلِهَا، وَيَحْمَدُهُ فِي آخِرِهَا.

اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ پانی پینے سے پہلے بسم اللہ کہتے اور پانی پی

لینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرماتے، البتہ اس میں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ تین سانس میں پانی اس طرح پیتے کہ ہر سانس سے پہلے بسم اللہ کہتے اور ہر سانس کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرماتے۔

- فیض القدیر میں ہے:

٧٠٥٥- (كان يشرب ثلاثة أنفاس، يسمي الله في أوله ويحمد الله في آخره) أي يسميه في ابتداء الثلاث ويحمده في انتهائها، ويحتمل أن المراد يسمي في أول كل شربة وآخرها، ويؤيده في «أوسط الطبراني» قال ابن حجر: حسن عن أبي هريرة: أن المصطفى ﷺ كان يشرب في ثلاثة أنفاس، إذا أدنى الإناء إلى فيه سمى الله وإذا أخره حمد الله، يفعل ذلك ثلاثا، وأصله في «ابن ماجه».

4۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’اللہ تعالیٰ اُس بندے سے راضی اور خوش ہوتے ہیں جو کھانا کھانے کے بعد اللہ کی حمد وثنا بیان کرے، یا پانی پینے کے بعد اللہ کی حمد وثنا بیان کرے۔‘‘

- صحیح مسلم میں ہے:

٤٩١٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ -وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ- قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا، أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا». (باب استحباب حمد الله تَعَالَى بَعْدَ الأَكْلِ وَالشُّرْبِ)

اس روایت سے ہر لقمے اور ہر گھونٹ کے بعد حمد وثنا بیان کرنا مراد نہیں، بلکہ کھانا کھا لینے کے بعد اور پانی پی لینے کے بعد اللہ کی حمد وثنا بیان کرنا مراد ہے، جیسا کہ حضرات اہلِ علم جانتے ہیں کہ ’’اَلْأَكْلَةَ‘‘ اور ’’اَلشَّرْبَةَ‘‘ مصدرِ مرّۃ ہے۔ اور یہی راجح احتمال ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

- شرح مسلم للنووی:

٤٩١٥- قَوْله ﷺ: (إِنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْد أَنْ يَأْكُل الْأَكْلَة فَيَحْمَدهُ عَلَيْهَا، وَيَشْرَب الشَّرْبَة فَيَحْمَدهُ عَلَيْهَا): «الْأَكْلَة» هُنَا بِفَتْحِ الْهَمْزَة، وَهِيَ الْمَرَّة الْوَاحِدَة مِنَ الْأَكْل، كَالْغَدَاءِ وَالْعَشَاء.

وَفِيهِ: اِسْتِحْبَاب حَمْد الله تَعَالَى عَقِب الْأَكْل وَالشُّرْب.

(باب استحباب حمدالله تَعَالَى بَعْدَ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ)

- **مرقاۃ المفاتیح:**

٤٢٠٠- (وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: (إِنَّ اللهَ تَعَالَى لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ): اللَّامُ لِلْجِنْسِ أَوْ لِلِاسْتِغْرَاقِ (أَنْ يَأْكُلَ): أَيْ بِسَبَبِ أَنْ يَأْكُلَ، أَوْ لِأَجْلِ أَنْ يَأْكُلَ، أَوْ وَقْتَ أَنْ يَأْكُلَ، أَوْ مَفْعُولٌ بِهِ لِـ«يَرْضَى» يَعْنِي يُحِبُّ مِنْهُ أَنْ يَأْكُلَ (الْأَكْلَةَ): بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ أَيِ: الْمَرَّةَ مِنَ الْأَكْلِ حَتَّى يَشْبَعَ، وَيُرْوَى بِضَمِّ الْهَمْزَةِ أَيِ: اللُّقْمَةُ وَهِيَ أَبْلَغُ فِي بَيَانِ اهْتِمَامِ أَدَاءِ الْحَمْدِ، لَكِنَّ الْأَوَّلَ أَوْفَقُ مَعَ قَوْلِهِ: «أَوْ يَشْرَبُ الشَّرْبَةَ»؛ فَإِنَّهَا بِالْفَتْحِ لَا غَيْرَ، وَكُلٌّ مِنْهُمَا مَفْعُولٌ مُطْلَقٌ لِفِعْلِهِ.

5۔ایک اور کافی کمزور روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ تین سانس میں اس طرح پانی پیتے کہ ہر سانس سے پہلے بسم اللہ پڑھتے اور ہر سانس کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرماتے۔

- **مجمع الزوائد میں ہے:**

٨٢٥٨ - وَعَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثَةَ أَنْفَاسٍ، يُسَمِّي عِنْدَ كُلِّ نَفَسٍ، وَيَشْكُرُ فِي آخِرِهِنَّ.

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي «الْأَوْسَطِ» وَ«الْكَبِيرِ»، وَالْبَزَّارُ بِاخْتِصَارٍ، وَفِيهِ الْمُعَلَّى بْنُ عِرْفَانَ وَهُوَ مَتْرُوكٌ.

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ پانی پیتے وقت ہر سانس سے پہلے بسم اللہ پڑھتے جبکہ الحمد للہ پانی پی لینے کے بعد ہی کہتے۔

- **فیض القدیر میں ہے:**

٦٧٣١- (كان إذا شرب تنفس في الإناء ثلاثا) قال القاضي: يعني كان يشرب بثلاث دفعات؛ لأنه أقمع للعطش وأقوى على الهضم وأقل أثرا في برد المعدة وضعف الأعصاب (يسمي عند كل نفس) بفتح الفاء بضبطه (ويشكر) الله تعالى (في آخرهن) بأن يقول: الحمد لله إلى آخر ما جاء

في الحديث المتقدم. والحمد رأس الشكر كما في حديث. قال الزين العراقي: هذا يدل على أنه إنما يشكر مرة واحدة بعد فراغ الثلاث، لكن في رواية للترمذي أنه كان يحمد بعد كل نفس، وفي «الغيلانيات» من حديث ابن مسعود: كان رسول الله ﷺ إذا شرب تنفس في الإناء ثلاثا، يحمد على كل نفس ويشكر عند أخرهن.

(ابن السني) في الطب (طب) كلاهما (عن ابن مسعود)، قال النووي في «الأذكار» عقب تخريجه لابن السني: إسناده ضعيف، قال الهيثمي عقب عزوه للطبراني: رجاله رجال الصحيح، إلا المعلى فاتفقوا على ضعفه، قال البخاري: منكر الحديث، وقال النسائي: متروك. انتهى. وسبقه الذهبي ففي «الميزان»: معلى بن عرفان منكر الحديث، وقال الحاكم: متروك وكان من غلاة الشيعة، انتهى. ومن ثم قال ابن حجر: غريب ضعيف، ورواه الدارقطني أيضا في «الأفراد».

تحریر کا حاصل:

ما قبل کی تفصیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پانی پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اور پانی پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنا سنت ہے، جس کا اہتمام ہونا چاہیے۔ واضح رہے کہ اگر کوئی شخص پانی پینے سے پہلے بسم اللہ کہے اور پانی پی لینے کے بعد الحمد للہ کہے تو اس سے سنت ادا ہو جائے گی، البتہ متعدد روایات سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ پانی تین سانس میں اس طرح پینا چاہیے کہ ہر سانس سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے اور ہر سانس کے بعد الحمد للہ کہی جائے، اس لیے اس طریقے پر عمل کرنا زیادہ بہتر بھی ہے اور احادیث کا تقاضا بھی ہے۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
20 محرم الحرام 1442ھ/9 ستمبر 2020

مقالہ نمبر 12:

کھال کی پاکی ناپاکی،
خرید وفروخت اور استعمال کے احکام

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

چمڑے کی اِفادیت اور اہمیت کے پیشِ نظر اس سے بہت سی مصنوعات تیار کی جاتی ہیں، ان مصنوعات کو استعمال کرنے میں بہت سے حضرات کو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ چمڑا حرام اور مردار جانور کا نہ ہو، اسی اندیشہ کی وجہ سے وہ متعدد پریشانیوں اور وسوسوں کا شکار رہتے ہیں، اسی طرح بہت سے مسلمانوں کو کھال فروخت کرنے یا اس کو استعمال میں لانے سے متعلق بنیادی احکام کا بھی علم نہیں ہوتا۔ اگر دینی احکام سیکھنے کی کوشش کی جائے تو بہت سی پریشانیوں، وساوس اور غلطیوں سے حفاظت ہوسکتی ہے۔

ذیل میں کھال سے متعلق چند بنیادی احکام ذکر کیے جاتے ہیں تا کہ کھال کی پاکی ناپاکی، خرید وفروخت اور استعمال سے متعلق ضروری مسائل سے آگاہی ہو سکے اور قربانی کے جانوروں کی کھالوں سے متعلق بھی راہنمائی ہوسکے۔

جاندار کی کھال کی پاکی کے لیے دو صورتیں:

کسی بھی جاندار کی کھال کے پاک ہونے کے لیے درج ذیل دو باتوں میں سے کسی ایک بات کا پایا جانا ضروری ہے:

1۔ ذبحِ شرعی:

کسی بھی جاندار کو شرعی طریقے سے ذبح کیا جائے تو اس کی کھال پاک ہو جاتی ہے، اس صورت میں اگر وہ جانور اپنی ذات میں حلال ہے (جیسا کہ گائے، بیل، بھینس اور اُونٹ وغیرہ) تب تو ظاہر ہے کہ اس کا گوشت اور اس کی کھال حلال بھی ہیں اور پاک بھی۔ لیکن اگر وہ جانور اپنی ذات میں حرام ہے (جیسا کہ شیر، چیتا، لومڑی، بندر وغیرہ) تو اس کا گوشت اور اس کی کھال بدستور حرام ہی رہیں گے، البتہ کھال پاک شمار ہوگی۔

2۔ دباغت:

کسی بھی جاندار کی کھال کو دباغت دی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے، کھال چاہے حلال جانور کی ہو یا حرام یا مردار جانور کی؛ سب کا یہی حکم ہے۔

دباغت کی حقیقت:

واضح رہے کہ کھال کو خرابی سے بچانے اور کارآمد بنانے کے لیے جس عمل سے گزارا جاتا ہے اسے دباغت کہتے ہیں، چاہے اس کے لیے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے، جیسے کیمیکل کے ذریعے دباغت دی جائے، یا نمک کے ذریعے، دھوپ کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے۔

گویا کہ کھال کے پاک ہونے کے لیے ذبح شرعی یا دباغت میں سے کسی ایک صورت کا پایا جانا ضروری ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک صورت بھی نہیں پائی جائے تو وہ کھال پاک نہیں ہوگی اور ایسی صورت میں اس کی خرید وفروخت اور اس کا استعمال بھی ناجائز ہوگا، جیسے اگر ایک حلال جانور اپنی موت مر جائے جسے مردار کہتے ہیں اور اس کی کھال اُتار لی جائے تو چوں کہ یہاں ذبحِ شرعی نہیں پایا گیا اس لیے یہ کھال ناپاک ہے، اور اس وقت تک ناپاک رہے گی جب تک اس کو دباغت نہ دی جائے، دباغت دینے کے بعد یہ کھال پاک شمار ہوگی، اور چوں کہ جانور مردار ہو چکا ہے اس لیے کھال حلال نہیں ہوگی۔

مسئلہ 1: ماقبل کی تفصیل سے یہ بات واضح ہو چکی کہ اگر کوئی حلال جانور مردار ہو جائے تو اس کی کھال اُتاری جاسکتی ہے، ایسی صورت میں اس کو دباغت دے دی جائے، پھر اس کے بعد اس چمڑے کو چاہے تو اپنے استعمال میں لایا جائے یا اس کو فروخت کیا جائے؛ دونوں ہی صورتیں درست ہیں۔

مسئلہ 2: ماقبل کی تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حرام جانور جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا، لومڑی اور ہاتھی وغیرہ کی کھال حلال تو نہیں ہے البتہ پاک ہو سکتی ہے اور ایسی صورت میں اس سے نفع اُٹھانا درست ہے شرط یہ ہے کہ مذکورہ دو صورتوں یعنی ذبحِ شرعی اور دباغت میں سے کوئی ایک صورت پائی جائے، اس لیے اگر کسی حرام جانور کو شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا جاسکا اور وہ مر گیا تو ایسی صورت میں اس کی کھال اتار کر اس کو دباغت دے دی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔

کھال کی پاکی ناپاکی کا احکام پر اثر:

کھال چاہے حرام جانور کی ہو یا حلال جانور کی، جب اس میں ذبحِ شرعی اور دباغت میں سے کوئی ایک صورت بھی نہیں پائی جائے تو وہ ناپاک رہتی ہے اور ناپاکی کی صورت میں اس سے کسی بھی قسم کا نفع اُٹھانا جائز نہیں، جیسا کہ اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں، اس سے مشکیزے کا کام لینا بھی درست نہیں، اور اس کو مصلّٰی کے طور پر بچھا کر اس پر نماز پڑھنا بھی درست نہیں، اسی طرح اگر اس نجس کھال کا کوئی ٹکڑا ساتھ ہو تو نماز بھی نہیں ہوتی، جس کی تفصیل فقہی کتب میں نجاست کے مسائل میں دیکھی جاسکتی ہے۔

لیکن جب کھال میں مذکورہ دو صورتوں یعنی ذبحِ شرعی اور دباغت میں سے کوئی ایک صورت پائی جائے تو چوں کہ اس سے کھال پاک ہو جاتی ہے اس لیے اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے، اس سے مشکیزہ بنانا بھی درست ہے، اور اس سے مصلّٰی بنا کر اس پر نماز پڑھنا بھی درست ہے، اسی طرح اگر اس کھال کا کوئی ٹکڑا ساتھ ہو تو اس کے ساتھ نماز بھی درست ہے۔

کھال کب فروخت کرنا جائز ہے؟

کھال اُس وقت فروخت کرنا جائز ہے جب وہ پاک ہو اور کھال پاک اُس وقت ہو سکتی ہے جب اس میں ذبحِ شرعی یا دباغت پائی جائے جیسا کہ تفصیل گزر چکی، اس سے معلوم ہوا کہ کھال فروخت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ذبحِ شرعی یا دباغت میں سے کوئی ایک صورت پائی جائے۔

کھال کی پاکی ناپاکی اور حلال وحرام ہونے سے متعلق تنبیہ:

واضح رہے کہ ہر جگہ کھال کے پاک ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ حلال بھی ہو گئی، اس لیے حرام جانور کی کھال نہ تو ذبحِ شرعی سے حلال ہو سکتی ہے اور نہ ہی دباغت سے، اسی طرح مردار جانور کی کھال بھی دباغت سے حلال نہیں ہو سکتی، بلکہ بدستور حرام ہی رہے گی، ماقبل کی تفصیل میں صرف اس کے پاک اور ناپاک ہونے کا ذکر ہے اور ضروری نہیں کہ ہر پاک چیز حلال بھی ہو۔ اس لیے صرف ایک صورت میں کھال

حلال ہو گی اور وہ یہ کہ حلال جانور کو شرعی طریقے سے ذبح کر دیا جائے، تو اس صورت میں اس کی کھال پاک بھی ہو گی اور حلال بھی۔ اس کے علاوہ درج ذیل صورتوں میں کھال حرام ہی رہے گی، جن کی تفصیل ما قبل کے خلاصے کے ساتھ ذکر کی جاتی ہے:

1۔ حلال جانور مردار ہو جائے اور اس کی کھال کو دباغت نہ دی جائے تو ایسی صورت میں کھال ناپاک بھی ہے اور حرام بھی۔

2۔ حلال جانور مردار ہو جائے اور اس کی کھال کو دباغت دی جائے تو ایسی صورت میں کھال تو پاک ہو جاتی ہے لیکن حلال نہیں ہوتی بلکہ حرام ہی رہتی ہے۔

3۔ حرام جانور کو شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کی کھال کو دباغت دی جائے تو ایسی صورت میں کھال حرام تو ہے ہی البتہ ناپاک بھی رہے گی۔

4۔ حرام جانور کو شرعی طریقے سے ذبح کیا جائے یا اس کی کھال کو دباغت دی جائے تو ایسی صورت میں کھال تو حرام ہی رہے گی البتہ پاک ہو جائے گی۔

استثنائی صورتیں:

مذکورہ بالا مسئلے سے دو طرح کی کھالیں مستثنیٰ ہیں:

1۔ انسانی کھال کی دباغت اور اس سے نفع اٹھانا ہرگز جائز نہیں، یہی انسانی احترام اور عظمت کا تقاضا ہے۔

2۔ خنزیر کی کھال دباغت اور ذبح سے ہرگز پاک نہیں ہو سکتی کیوں کہ وہ نجس العین ہے۔

ان کے علاوہ ان تمام جانداروں کی کھال ذبح شرعی یا دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

احادیث اور فقہی عبارات

- صحیح مسلم:

٨٣٢- عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: تُصُدِّقَ عَلَى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ

بِهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «هَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ؟». فَقَالُوا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ. فَقَالَ: «إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا».

٨٤٠- عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ: أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ قَالَ: رَأَيْتُ عَلَى ابْنِ وَعْلَةَ السَّبَئِيِّ فَرْوًا فَمَسِسْتُهُ فَقَالَ: مَا لَكَ تَمَسُّهُ! قَدْ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ: إِنَّا نَكُونُ بِالْمَغْرِبِ وَمَعَنَا الْبَرْبَرُ وَالْمَجُوسُ نُؤْتَى بِالْكَبْشِ قَدْ ذَبَحُوهُ، وَنَحْنُ لَا نَأْكُلُ ذَبَائِحَهُمْ، وَيَأْتُونَا بِالسِّقَاءِ يَجْعَلُونَ فِيهِ الْوَدَكَ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَدْ سَأَلْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: «دِبَاغُهُ طَهُورُهُ».

٨٣٨- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا دُبِغَ الإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ».

- **سنن ابی داود:**

٤١٢٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو -يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ- عَنْ كَثِيرِ بْنِ فَرْقَدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ حُذَافَةَ: حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ الْعَالِيَةِ بِنْتِ سُبَيْعٍ أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ لِي غَنَمٌ بِأُحُدٍ فَوَقَعَ فِيهَا الْمَوْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهَا، فَقَالَتْ لِي مَيْمُونَةُ: لَوْ أَخَذْتِ جُلُودَهَا فَانْتَفَعْتِ بِهَا. فَقَالَتْ: أَوَيَحِلُّ ذَلِكَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، مَرَّ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ رِجَالٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَجُرُّونَ شَاةً لَهُمْ مِثْلَ الْحِمَارِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا». قَالُوا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يُطَهِّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرَظُ».

- **مرقاۃ المفاتیح:**

٤٩٨- (وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ): بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ، وَهُوَ الْجِلْدُ الْغَيْرُ الْمَدْبُوغِ، سُمِّيَ إِهَابًا؛ لِأَنَّهُ أُهْبَةٌ لِلْحَيِّ وَبِنَاءٌ لِلْحِمَايَةِ عَلَى جَسَدِهِ، كَمَا يُقَالُ لَهُ: مَسْكٌ؛ لِإِمْسَاكِهِ وَرَاءَهُ، وَهَذَا كَلَامٌ قَدْ سُلِكَ فِيهِ مَسْلَكُ التَّمْثِيلِ، (فَقَدْ طَهُرَ) قَالَ ابْنُ الْمَلَكِ: وَهَذَا بِعُمُومِهِ حُجَّةٌ عَلَى مَالِكٍ فِي قَوْلِهِ: جِلْدُ الْمَيْتَةِ لَا يَطْهُرُ بِالدِّبَاغِ، وَعَلَى الشَّافِعِيِّ فِي قَوْلِهِ: جِلْدُ الْكَلْبِ لَا يَطْهُرُ بِالدِّبَاغِ، وَاسْتَثْنَى مِنْ عُمُومِهِ الْآدَمِيَّ؛ تَكْرِيمًا لَهُ، وَالْخِنْزِيرَ؛ لِنَجَاسَةِ عَيْنِهِ. قَالَ الْأَشْرَفُ فِي حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْإِهَابِ: وَفِي حَدِيثِ سَوْدَةَ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْجِلْدَ يَطْهُرُ ظَاهِرُهُ وَبَاطِنُهُ بِالدِّبَاغِ حَتَّى جَوَّزَ اسْتِعْمَالَهُ فِي الْأَشْيَاءِ الرَّطْبَةِ، وَتَجُوزُ الصَّلَاةُ فِيهِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ): قَالَ ابْنُ الْهُمَامِ: وَفِيهِ أَيْ فِي الْبَابِ حَدِيثٌ أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

«اسْتَمْتِعُوا بِجُلُودِ الْمَيْتَةِ إِذَا هِيَ دُبِغَتْ، تُرَابًا كَانَ أَوْ رَمَادًا أَوْ مِلْحًا أَوْ مَا كَانَ بَعْدَ أَنْ يَظْهَرَ صَلَاحُهُ»، يَعْنِي: إِذَا جَفَّ وَخَرَجَ مِنْهُ النَّتْنُ وَالْفَسَادُ.

٤٩٩- (وَعَنْهُ) أَيْ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا (قَالَ: تُصُدِّقَ) بِالْبِنَاءِ لِلْمَجْهُولِ أَيْ: دُفِعَتْ صَدَقَةٌ (عَلَى مَوْلَاةٍ) أَيْ: عَتِيقَةٍ (لِمَيْمُونَةَ): إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ (بِشَاةٍ): مُتَعَلِّقٌ بِـ«تُصُدِّقَ» (فَمَاتَتْ) أَيِ: الشَّاةُ (فَمَرَّ بِهَا) أَيْ: بِالشَّاةِ (رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «هَلَّا») تَحْضِيضِيَّةٌ أَيْ: لِمَ لَا («أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوهُ، فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ؟» فَقَالُوا: إِنَّهَا) أَيِ: الشَّاةُ (مَيْتَةٌ) أَيْ: لَا مُذَكَّاةٌ، وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ مَا طَهُرَ بِالدَّبْغِ طَهُرَ بِالذَّكَاةِ كَمَا قَالَ بِهِ عُلَمَاؤُنَا. (فَقَالَ: «إِنَّمَا حُرِّمَ أَكْلُهَا»)....

٥١٠- (وَعَنْ مَيْمُونَةَ) أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ (قَالَتْ: مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ رِجَالٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَجُرُّونَ) ..... (فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يُطَهِّرُهَا الْمَاءُ»): ظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَابُدَّ مِنَ الْمَاءِ فِي الدَّبْغِ، وَالصَّحِيحُ أَنَّ ذَلِكَ لَيْسَ بِشَرْطٍ؛ لِأَنَّ الدَّبْغَ مِنْ بَابِ الْإِحَالَةِ لَا مِنْ بَابِ الْإِزَالَةِ، فَالْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلَى النَّدْبِ أَوْ عَلَى الطَّهَارَةِ الْكَامِلَةِ («وَالْقَرَظُ»): بِفَتْحِ الْقَافِ وَالرَّاءِ بَعْدَهَا ظَاءٌ مُعْجَمَةٌ: وَرَقُ السلَمِ، وَهُوَ نَبْتٌ يُدْبَغُ بِهِ، وَقِيلَ: هُوَ قِشْرُ الْبَلُّوطِ، وَالْمَعْنَى: يُطَهِّرُهَا الْقَرَظُ بِالْمَاءِ، وَدِبَاغَةُ الْجِلْدِ بِهِ...

- **فتاویٰ ہندیہ:**

كُلُّ إهاب دُبِغَ دِبَاغَةً حَقِيقِيَّةً بالأدوية أو حُكْمِيَّةً بِالتَّتْرِيبِ وَالتَّشْمِيسِ والإلقاء في الرِّيحِ فَقَدْ طَهُرَ وَجَازَتِ الصَّلَاةُ فيه وَالْوُضُوءُ منه إلا جِلْدُ الْآدَمِيِّ وَالْخِنْزِيرِ، هَكَذَا في «الزَّاهِدِيِّ»، وَلَوْ أَصَابَهُ مَاءٌ بَعْدَ الدِّبَاغَةِ الْحَقِيقِيَّةِ لَا يَعُودُ نَجِسًا، وَبَعْدَ الْحُكْمِيَّةِ الْأَظْهَرُ أنه لَا يَعُودُ نَجِسًا، كَذَا في «الْمُضْمَرَاتِ»، وما طَهُرَ جِلْدُهُ بِالدِّبَاغِ طَهُرَ جِلْدُهُ بِالذَّكَاةِ.

(كِتَابُ الطَّهَارَةِ: الْبَابُ الثَّالِثُ في الْمِيَاهِ: الْفَصْلُ الثَّانِي فِيمَا لَا يَجُوزُ بِهِ التَّوَضُّؤُ)

- **الدر المختار:**

(وَكُلُّ إهَابٍ) وَمِثْلُهُ الْمَثَانَةُ وَالْكِرْشُ. قَالَ الْقُهُسْتَانِيُّ: فَالْأَوْلَى وَمَا (دُبِغَ) وَلَوْ بِشَمْسٍ (وَهُوَ يَحْتَمِلُهَا طَهُرَ) فَيُصَلَّى بِهِ وَيُتَوَضَّأُ مِنْهُ (وَمَا لَا) يَحْتَمِلُهَا (فَلَا) وَعَلَيْهِ (فَلَا يَطْهُرُ جِلْدُ حَيَّةٍ) صَغِيرَةٍ، ذَكَرَهُ الزَّيْلَعِيُّ، أَمَّا قَمِيصُهَا فَطَاهِرٌ (وَفَأْرَةٍ) كَمَا أَنَّهُ لَا يَطْهُرُ بِذَكَاةٍ لِتَقَيُّدِهِمَا بِمَا يَحْتَمِلُهُ (خَلَا) جِلْدِ (خِنْزِيرٍ) فَلَا يَطْهُرُ، وَقُدِّمَ؛ لِأَنَّ الْمَقَامَ لِلْإِهَانَةِ (وَآدَمِيٍّ) فَلَا يُدْبَغُ؛ لِكَرَامَتِهِ، وَلَوْ دُبِغَ طَهُرَ وَإِنْ حَرُمَ

اسْتِعْمَالُهُ، حَتَّى لَوْ طُحِنَ عَظْمُهُ فِي دَقِيقٍ لَمْ يُؤْكَلْ فِي الْأَصَحِّ احْتِرَامًا. وَأَفَادَ كَلَامُهُ طَهَارَةَ جِلْدِ كَلْبٍ وَفِيلٍ، وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ. (وَهَلْ يُشْتَرَطُ) لِطَهَارَةِ جِلْدِهِ (كَوْنُ ذَكَاتِهِ شَرْعِيَّةً) بِأَنْ تَكُونَ مِنَ الْأَهْلِ فِي الْمَحَلِّ بِالتَّسْمِيَةِ. (قِيلَ: نَعَمْ، وَقِيلَ: لَا، وَالْأَوَّلُ أَظْهَرُ)؛ لِأَنَّ ذَبْحَ الْمَجُوسِيِّ وَتَارِكِ التَّسْمِيَةِ عَمْدًا كَلَا ذَبْحٍ (وَإِنْ صُحِّحَ الثَّانِيَ) صَحَّحَهُ الزَّاهِدِيُّ فِي «الْقُنْيَةِ» وَ«الْمُجْتَبَى»، وَأَقَرَّهُ فِي «الْبَحْرِ».

- ردالمحتار:

مَطْلَبٌ فِي أَحْكَامِ الدِّبَاغَةِ: (قَوْلُهُ: وَكُلُّ إهَابٍ إلَخْ) الْإِهَابُ: بِالْكَسْرِ اسْمٌ لِلْجِلْدِ قَبْلَ أَنْ يُدْبَغَ مِنْ مَأْكُولٍ أَوْ غَيْرِهِ، جَمْعُهُ: «أُهُبٌ» بِضَمَّتَيْنِ كَكِتَابٍ وَكُتُبٍ، فَإِذَا دُبِغَ سُمِّيَ أَدِيمًا وَصَرْمًا وَجِرَابًا كَمَا فِي «النِّهَايَةِ»، وَإِنَّمَا ذَكَرَ الْمُصَنِّفُ الدِّبَاغَةَ فِي بَحْثِ الْمِيَاهِ وَإِنْ كَانَ الْمُنَاسِبُ ذِكْرَهَا فِي تَطْهِيرِ النَّجَاسَاتِ اسْتِطْرَادٌ، إمَّا لِصُلُوحِ الْإِهَابِ بَعْدَ دَبْغِهِ أَنْ يَكُونَ وِعَاءً لِلْمِيَاهِ كَمَا فِي «النَّهْرِ» وَغَيْرِهِ، وَإِلَيْهِ أَشَارَ الشَّارِحُ بِقَوْلِهِ: «وَيُتَوَضَّأُ مِنْهُ»، أَوْ لِأَنَّ الدَّبْغَ مُطَهِّرٌ فِي الْجُمْلَةِ كَمَا فِي «الْقُهُسْتَانِيِّ»، أَوْ لِأَنَّهُ فِي قُوَّةِ قَوْلِنَا: يَجُوزُ الْوُضُوءُ بِمَا وَقَعَ فِيهِ إهَابٌ دُبِغَ، كَمَا نُقِلَ عَنْ «حَوَاشِي عِصَامٍ». (قَوْلُهُ: وَمِثْلُهُ الْمَثَانَةُ وَالْكَرِشُ) الْمَثَانَةُ: مَوْضِعُ الْبَوْلِ، وَالْكِرْشُ بِالْكَسْرِ وَكَكَتِفٍ: لِكُلِّ مُجْتَرٍّ بِمَنْزِلَةِ الْمَعِدَةِ لِلْإِنْسَانِ، «قَامُوسٌ»، وَمِثْلُهُ الْأَمْعَاءُ. وَفِي «الْبَحْرِ» عَنِ «التَّجْنِيسِ»: أَصْلَحَ أَمْعَاءَ شَاةٍ مَيِّتَةٍ فَصَلَّى وَهِيَ مَعَهُ جَازَ؛ لِأَنَّهُ يُتَّخَذُ مِنْهَا الْأَوْتَارُ وَهُوَ كَالدِّبَاغِ. وَكَذَلِكَ لَوْ دبغَ الْمَثَانَةَ فَجَعَلَ فِيهَا لَبَنٌ جَازَ، وَكَذَلِكَ الْكِرْشُ إنْ كَانَ يَقْدِرُ عَلَى إصْلَاحِهِ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ فِي «الْإِمْلَاءِ»: إنَّهُ لَا يَطْهُرُ؛ لِأَنَّهُ كَاللَّحْمِ. اهـ. (قَوْلُهُ: فَالْأَوْلَى وَمَا دُبِغَ) أَيْ حَيْثُ كَانَ الْحُكْمُ غَيْرَ قَاصِرٍ عَلَى الْإِهَابِ، فَالْأَوْلَى الْإِتْيَانُ بِمَا الدَّالَّةُ عَلَى الْعُمُومِ، ط. (قَوْلُهُ: دُبِغَ) الدِّبَاغُ مَا يَمْنَعُ النَّتْنَ وَالْفَسَادَ. وَالَّذِي يَمْنَعُ عَلَى نَوْعَيْنِ: حَقِيقِيٍّ كَالْقَرَظِ وَالشَّبِّ وَالْعَفْصِ وَنَحْوِهِ، وَحُكْمِيٍّ كَالتَّتْرِيبِ وَالتَّشْمِيسِ وَالْإِلْقَاءِ فِي الرِّيحِ، وَلَوْ جَفَّ وَلَمْ يَسْتَحِلْ لَمْ يَطْهُرْ، «زَيْلَعِيٌّ». وَ«الْقَرَظُ» بِالظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ لَا بِالضَّادِ: وَرَقُ شَجَرِ السَّلَمِ بِفَتْحَتَيْنِ. وَالشَّبُّ بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَقِيلَ: بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ، وَذَكَرَ الْأَزْهَرِيُّ أَنَّهُ تَصْحِيفٌ، وَهُوَ نَبْتٌ طَيِّبُ الرَّائِحَةِ مُرُّ الطَّعْمِ يُدْبَغُ بِهِ، أَفَادَهُ فِي «الْبَحْرِ». (قَوْلُهُ: وَلَوْ بِشَمْسٍ) أَيْ وَنَحْوِهِ مِن الدِّبَاغِ الْحُكْمِيِّ، وَأَشَارَ بِهِ إلَى خِلَافِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ وَإِلَى أَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ نَوْعَي الدِّبَاغَةِ فِي سَائِرِ الْأَحْكَامِ. قَالَ «الْبَحْرُ» إلَّا فِي حُكْمٍ وَاحِدٍ، وَهُوَ أَنَّهُ لَوْ أَصَابَهُ الْمَاءُ بَعْدَ الدِّبَاغِ الْحَقِيقِيِّ لَا يَعُودُ نَجِسًا بِاتِّفَاقٍ

الرِّوَايَاتِ، وَبَعْدَ الْحُكْمِيِّ فِيهِ رِوَايَتَانِ. اهـ، وَالْأَصَحُّ عَدَمُ الْعَوْدِ، «قُهُسْتَانِيٌّ» عَن «الْمُضْمَرَاتِ»، وَقَيَّدَ الْخِلَافَ فِي «مُخْتَارَاتِ النَّوَازِلِ» بِمَا إذَا دُبِغَ بِالْحُكْمِيِّ قَبْلَ الْغَسْلِ بِالْمَاءِ قَالَ: فَلَوْ بَعْدَهُ لَا تَعُودُ نَجَاسَتُهُ اتِّفَاقًا. (قَوْلُهُ: هُوَ يَحْتَمِلُهَا) أَي الدِّبَاغَةَ الْمَأْخُوذَةَ مِنْ «دبغ». وَأَفَادَ فِي «الْبَحْرِ» أَنَّهُ لَا حَاجَةَ إلَى هَذَا الْقَيْدِ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ: «وَكُلُّ إهَابٍ» لَا يَتَنَاوَلُ مَا لَا يَحْتَمِلُ الدِّبَاغَةَ، كَمَا صَرَّحَ بِهِ فِي «الْفَتْحِ». (قَوْلُهُ: طَهُرَ) بِضَمِّ الْهَاءِ، وَالْفَتْحُ أَفْصَحُ، «حَمَوِيٌّ». (قَوْلُهُ: فَيُصَلِّي بِهِ إلَخْ) أَفَادَ طَهَارَةَ ظَاهِرِهِ وَبَاطِنِهِ؛ لِإِطْلَاقِ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ خِلَافًا لِمَالِكٍ، لَكِنْ إذَا كَانَ جِلْدَ حَيَوَانٍ مَيِّتٍ مَأْكُولِ اللَّحْمِ لَا يَجُوزُ أَكْلُهُ، وَهُوَ الصَّحِيحُ، (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ) [المائدة: ٣]، وَهَذَا الْجُزْءُ مِنْهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي شَاةِ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: «إنَّمَا يَحْرُمُ مِن الْمَيْتَةِ أَكْلُهَا»، مَعَ أَمْرِهِ لَهُمْ بِالدِّبَاغِ وَالِانْتِفَاعِ، أَمَّا إذَا كَانَ جِلْدَ مَا لَا يُؤْكَلُ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ أَكْلُهُ إجْمَاعًا؛ لِأَنَّ الدِّبَاغَ فِيهِ لَيْسَ بِأَقْوَى مِن الذَّكَاةِ، وَذَكَاتُهُ لَا تُبِيحُهُ فَكَذَا دِبَاغُهُ، «بَحْرٌ» عَن «السِّرَاجِ». (قَوْلُهُ: وَعَلَيْهِ) أَيْ وَبِنَاءً عَلَى مَا ذُكِرَ مِنْ أَنَّ مَا لَا يَحْتَمِلُ الدِّبَاغَةَ لَا يَطْهُرُ. (قَوْلُهُ: جِلْدُ حَيَّةٍ صَغِيرَةٍ) أَيْ لَهَا دَمٌ، أَمَّا مَا لَا دَمَ لَهَا فَهِيَ طَاهِرَةٌ؛ لِمَا تَقَدَّمَ أَنَّهَا لَوْ وَقَعَتْ فِي الْمَاءِ لَا تُفْسِدُهُ. أَفَادَهُ ح. (قَوْلُهُ: أَمَّا قَمِيصُهَا) أَي الْحَيَّةِ كَمَا فِي «الْبَحْرِ» عَن «السِّرَاجِ»، وَظَاهِرُهُ وَلَوْ كَبِيرَةً. قَالَ الرَّحْمَتِيُّ: لِأَنَّهُ لَا تُحِلُّهُ الْحَيَاةُ، فَهُوَ كَالشَّعْرِ وَالْعَظْمِ. (قَوْلُهُ: وَفَأْرَةٍ) بِالْهَمْزَةِ وَتُبْدَلُ أَلِفًا. (قَوْلُهُ: بِذَكَاةٍ) بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ: أَيْ ذَبْحٍ. (قَوْلُهُ: لِتَقَيُّدِهِمَا) أَي الذَّكَاةِ وَالدِّبَاغِ بِمَا يَحْتَمِلُهُ أَيْ يَحْتَمِلُ الدِّبَاغَ، وَكَانَ الْأَوْلَى إفْرَادَ الضَّمِيرِ لِيَعُودَ عَلَى الذَّكَاةِ فَقَطْ؛ لِأَنَّ تَقَيُّدَ الدِّبَاغِ بِذَلِكَ مُصَرَّحٌ بِهِ قَبْلَهُ. وَعِبَارَةُ «الْبَحْرِ» عَن «التَّجْنِيسِ»: لِأَنَّ الذَّكَاةَ إنَّمَا تُقَامُ مَقَامَ الدِّبَاغِ فِيمَا يَحْتَمِلُهُ. وَفِي «أَبِي السُّعُودِ» عَنْ خَطِّ الشُّرُنْبُلَالِيِّ: الَّذِي يَظْهَرُ لِي الْفَرْقُ بَيْنَ الذَّكَاةِ وَالدِّبَاغَةِ لِخُرُوجِ الدَّمِ الْمَسْفُوحِ بِالذَّكَاةِ وَإِنْ كَانَ الْجِلْدُ لَا يَحْتَمِلُ الدِّبَاغَةَ. اهـ. قُلْت: لَكِنَّ أَكْثَرَ الْكُتُبِ عَلَى عَدَمِ الْفَرْقِ كَمَا يَأْتِي. (قَوْلُهُ: خَلَا جِلْدِ خِنْزِيرٍ إلَخْ) قِيلَ: إنَّ جِلْدَ الْآدَمِيِّ كَجِلْدِ الْخِنْزِيرِ فِي عَدَمِ الطَّهَارَةِ بِالدَّبْغِ؛ لِعَدَمِ الْقَابِلِيَّةِ؛ لِأَنَّ لَهُمَا جُلُودًا مُتَرَادِفَةً بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ فَالِاسْتِثْنَاءُ مُنْقَطِعٌ. وَقِيلَ: إنَّ جِلْدَ الْآدَمِيِّ إذَا دُبِغَ طَهُرَ، لَكِنْ لَا يَجُوزُ الِانْتِفَاعُ بِهِ كَسَائِرِ أَجْزَائِهِ، كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ فِي «الْغَايَةِ»، وَحِينَئِذٍ فَلَا يَصِحُّ الِاسْتِثْنَاءُ. وَأُجِيبُ بِأَنَّ مَعْنَى طَهُرَ: جَازَ اسْتِعْمَالُهُ، وَالْعَلَاقَةُ السَّبَبِيَّةُ والمسببية، لَا اللُّزُومُ كَمَا قِيلَ؛ إذْ لَا يَلْزَمُ مِنْ الطَّهَارَةِ جَوَازُ الِانْتِفَاعِ كَمَا عَلِمْته، لَكِنَّ عِلَّةَ عَدَمِ

الِانْتِفَاعِ بِهِمَا مُخْتَلِفَةٌ، فَفِي الْخِنْزِيرِ لِعَدَمِ الطَّهَارَةِ، وَفِي الْآدَمِيِّ لِكَرَامَتِهِ كَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ الشَّارِحُ. قَالَ فِي «النَّهْرِ»: وَهَذَا مَعَ مَا فِيهِ مِن الْعُدُولِ عَن الْمَعْنَى الْحَقِيقِيِّ أَوْلَى. اهـ أَيْ لِمُوَافَقَتِهِ الْمَنْقُولَ فِي الْمَذْهَبِ، وَإِلَى اخْتِيَارِهِ أَشَارَ الشَّارِحُ بِقَوْلِهِ: وَلَوْ دُبِغَ طَهُرَ، قَالَ ط: وَإِنَّمَا قُدِّرَ جِلْدٌ؛ لِأَنَّ الْكَلَامَ فِيهِ لَا فِي كُلِّ الْمَاهِيَّةِ. (قَوْلُهُ: فَلَا يَطْهُرُ) أَيْ؛ لِأَنَّهُ نَجِسُ الْعَيْنِ، بِمَعْنَى أَنَّ ذَاتَهُ بِجَمِيعِ أَجْزَائِهِ نَجِسَةٌ حَيًّا وَمَيِّتًا، فَلَيْسَتْ نَجَاسَتُهُ لِمَا فِيهِ مِن الدَّمِ كَنَجَاسَةِ غَيْرِهِ مِن الْحَيَوَانَاتِ، فَلِذَا لَمْ يَقْبَلْ التَّطْهِيرَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ عَنْ أَصْحَابِنَا إِلَّا فِي رِوَايَةٍ عَنْ أَبِي يُوسُفَ، ذَكَرَهَا فِي «الْمُنْيَةِ». (قَوْلُهُ: وَقُدِّمَ إِلَخْ) لَمَّا كَانَت الْبُدَاءَةُ بِالشَّيْءِ وَتَقْدِيمُهُ عَلَى غَيْرِهِ تُفِيدُ الِاهْتِمَامَ بِشَأْنِهِ وَشَرَفِهِ عَلَى مَا بَعْدَهُ بَيَّنَ أَنَّ ذَلِكَ فِي غَيْرِ مَقَامِ الْإِهَانَةِ، أَمَّا فِيهِ فَالْأَشْرَفُ يُؤَخَّرُ كَقَوْلِهِ تَعَالَى: (لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ) [الحج: ٤٠] الْآيَةَ؛ لِأَنَّ الْهَدْمَ إِهَانَةٌ فَقُدِّمَتْ صَوَامِعُ الصَّابِئَةِ أَو الرُّهْبَانِ وَبِيَعُ النَّصَارَى وَصَلَوَاتُ الْيَهُودِ أَيْ كَنَائِسُهُمْ، وَأُخِّرَتْ مَسَاجِدُ الْمُسْلِمِينَ لِشَرَفِهَا. وَهُنَا الْحُكْمُ بِعَدَمِ الطَّهَارَةِ إِهَانَةٌ، كَذَا قِيلَ. أَقُولُ: وَإِنَّمَا تَظْهَرُ هَذِهِ النُّكْتَةُ عَلَى أَنَّ الِاسْتِثْنَاءَ مِن الطَّهَارَةِ لَا مِنْ جَوَازِ الِاسْتِعْمَالِ الثَّابِتِ لِلْمُسْتَثْنَى مِنْهُ فَإِنَّ عَدَمَهُ الثَّابِتَ لِلْمُسْتَثْنَى لَيْسَ بِإِهَانَةٍ. (قَوْلُهُ: وَإِنْ حَرُمَ اسْتِعْمَالُهُ) أَيْ اسْتِعْمَالُ جِلْدِهِ أَو اسْتِعْمَالُ الْآدَمِيِّ بِمَعْنَى أَجْزَائِهِ، وَبِهِ يَظْهَرُ التَّفْرِيعُ بَعْدَهُ. (قَوْلُهُ: احْتِرَامًا) أَيْ لَا نَجَاسَةً. (قَوْلُهُ: وَأَفَادَ كَلَامُهُ) حَيْثُ لَمْ يَسْتَثْنِ مِنْ مُطْلَقِ الْإِهَابِ سِوَى الْخِنْزِيرِ وَالْآدَمِيِّ. (قَوْلُهُ: وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ) أَمَّا فِي الْكَلْبِ فَبِنَاءً عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ بِنَجِسِ الْعَيْنِ، وَهُوَ أَصَحُّ التَّصْحِيحَيْنِ كَمَا يَأْتِي. وَأَمَّا فِي الْفِيلِ فَكَذَلِكَ كَمَا هُوَ قَوْلُهُمَا، وَهُوَ الْأَصَحُّ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ، فَقَدْ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ أَنَّهُ ﷺ كَانَ يَمْتَشِطُ بِمُشْطٍ مِنْ عَاجٍ. وَفَسَّرَهُ الْجَوْهَرِيُّ وَغَيْرُهُ بِعَظْمِ الْفِيلِ. قَالَ فِي «الْحِلْيَةِ»: وَخَطِئَ الْخَطَّابِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ لَهُ بِالذَّبْلِ. اهـ وَالذَّبْلُ بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ: جِلْدُ السُّلَحْفَاةِ الْبَحْرِيَّةِ أَو الْبَرِّيَّةِ أَوْ عِظَامُ ظَهْرِ دَابَّةٍ بَحْرِيَّةٍ، «قَامُوسٌ». وَفِي «الْفَتْحِ»: هَذَا الْحَدِيثُ يُبْطِلُ قَوْلَ مُحَمَّدٍ بِنَجَاسَةِ عَيْنِ الْفِيلِ ..... وَالْحَاصِلُ أَنَّ ذَكَاةَ الْحَيَوَانِ مُطَهِّرَةٌ لِجِلْدِهِ وَلَحْمِهِ إِنْ كَانَ الْحَيَوَانُ مَأْكُولًا، وَإِلَّا فَإِنْ كَانَ نَجِسَ الْعَيْنِ فَلَا تُطَهِّرُ شَيْئًا مِنْهُ، وَإِلَّا فَإِنْ كَانَ جِلْدُهُ لَا يَحْتَمِلُ الدِّبَاغَةَ فَكَذَلِكَ؛ لِأَنَّ جِلْدَهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ بِمَنْزِلَةِ اللَّحْمِ، وَإِلَّا فَيَطْهُرُ جِلْدُهُ فَقَطْ، وَالْآدَمِيُّ كَالْخِنْزِيرِ فِيمَا ذُكِرَ تَعْظِيمًا لَهُ. (قَوْلُهُ: مِن الْأَهْلِ) هُوَ أَنْ يَكُونَ الذَّابِحُ مُسْلِمًا حَلَالًا خَارِجَ الْحَرَمِ أَوْ كِتَابِيًّا. (قَوْلُهُ: فِي الْمَحَلِّ) أَيْ فِيمَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَاللَّحْيَيْنِ، وَهَذِهِ الذَّكَاةُ الِاخْتِيَارِيَّةُ. وَالظَّاهِرُ أَنَّ مِثْلَهَا

الضَّرُورِيَّةُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ اتَّفَقَ، «حلبةٌ»، وَإِلَيْهِ يُشِيرُ كَلَامُ «الْقُنْيَةِ»، قُهُسْتَانِيٌّ. (قَوْلُهُ: بِالتَّسْمِيَةِ) أَيْ حَقِيقَةً أَوْ حُكْمًا بِأَنْ تَرَكَهَا نَاسِيًا. (قَوْلُهُ: وَالْأَوَّلُ أَظْهَرُ) وَهُوَ الْمَذْكُورُ فِي كَثِيرٍ مِن الْكُتُبِ، «بَحْرٌ». (قَوْلُهُ: لِأَنَّ ذَبْحَ الْمَجُوسِيِّ) أَيْ وَمَنْ فِي مَعْنَاهُ مِمَّنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلًا كَالْوَثَنِيِّ وَالْمُرْتَدِّ وَالْمُحْرِمِ. (قَوْلُهُ: كَلَا ذَبْحٍ) لِحُكْمِ الشَّرْعِ بِأَنَّهُ مَيْتَةٌ فِيمَا يُؤْكَلُ. (قَوْلُهُ: وَإِنْ صُحِّحَ الثَّانِيَ) يُوهِمُ أَنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يُصَحَّحْ مَعَ أَنَّهُ فِي «الْقُنْيَةِ» نَقَلَ تَصْحِيحَ الْقَوْلَيْنِ فَكَانَ الْأَوْلَى أَنْ يَزِيدَ أَيْضًا. (قَوْلُهُ: وَأَقَرَّهُ فِي «الْبَحْرِ») حَيْثُ ذَكَرَ أَنَّهُ فِي «الْمِعْرَاجِ» نَقَلَ عَن «الْمُجْتَبَى» وَ«الْقُنْيَةِ» تَصْحِيحَ الثَّانِي، ثُمَّ قَالَ: وَصَاحِبُ «الْقُنْيَةِ» هُوَ صَاحِبُ «الْمُجْتَبَى»، وَهُوَ الْإِمَامُ الزَّاهِدِيُّ الْمَشْهُورُ عِلْمُهُ وَفِقْهُهُ، وَيَدُلُّ عَلَى أَنَّ هَذَا هُوَ الْأَصَحُّ: أَنَّ صَاحِبَ «النِّهَايَةِ» ذَكَرَ هَذَا الشَّرْطَ: أَيْ كَوْنَ الذَّكَاةِ شَرْعِيَّةً بِصِيغَةِ قِيلَ مَعْزِيًّا إِلَى «الْخَانِيَّةِ».اهـ.

(بَابُ الْمِيَاهِ)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

9 ذو الحجہ 1441ھ/ 31 جولائی 2020

مقالہ نمبر 13:

بیٹھ کر پانی پینے کی شرعی حیثیت

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

بیٹھ کر پانی پینے کی شرعی حیثیت:

متعدد احادیث مبارکہ سے بیٹھ کر پانی پینے کی تاکید اور کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، جبکہ دیگر متعدد احادیث سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی اجازت ثابت ہوتی ہے، ان تمام احادیث مبارکہ اور حضرات صحابہ کرام کے طرزِ عمل کی روشنی میں یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ عام حالات میں سنت یہی ہے کہ بیٹھ کر پانی پیا جائے، یہ بڑی فضیلت کی بات ہے، اس لیے اس کا اہتمام ہونا چاہیے اور دوسروں کو بھی اسی کی ترغیب دینی چاہیے، البتہ جہاں بیٹھنے کے لیے کوئی مناسب جگہ موجود نہ ہو یا کسی اور عذر کی وجہ سے بیٹھنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں کھڑے ہو کر پانی پینا بالکل جائز ہے، البتہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو کھڑے ہو کر پینا جائز تو ہے لیکن اچھا نہیں ہے، اس لیے عام حالات میں بہتر اور سنت یہی ہے کہ بیٹھ کر پانی پیا جائے۔ (تکملة فتح الملهم)

- استاد محترم شیخ الاسلام حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم فرماتے ہیں:

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے، اس حدیث کی بنیاد پر علماء نے فرمایا ہے کہ حتی الِامکان کھڑے ہو کر پانی نہیں پینا چاہیے، اور حضور اقدس ﷺ کی سنتِ شریفہ یعنی عام عادت یہ تھی کہ آپ بیٹھ کر پانی پیتے تھے، اس لیے کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہِ تنزیہی ہے، مکروہِ تنزیہی کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے کو ناپسند فرمایا، اگرچہ کوئی شخص کھڑے ہو کر پانی پی لے تو کوئی گناہ نہیں، حرام نہیں، لیکن خلافِ ادب اور خلافِ اولیٰ ہے، اور حضور اقدس ﷺ کا ناپسندیدہ ہے۔“

[مزید تفصیل کے بعد فرماتے ہیں:] ”اگر کوئی جگہ ایسی ہے جہاں بیٹھنے کی گنجائش نہیں ہے ایسے موقع پر اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر پانی پی لے تو کوئی مضائقہ نہیں، بلا کراہت جائز ہے۔“

[مزید تفصیل کے بعد فرماتے ہیں:] ”بہر حال کبھی کبھی حضور اقدس ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پی کر یہ بتا دیا کہ یہ عمل گناہ نہیں، لیکن اپنی امت کو جس کی تعلیم دی اور جس کی تاکید فرمائی

اور جس پر ساری عمر عمل فرمایا؛ وہ یہ تھا کہ حتی الامکان بیٹھ کر ہی پانی پیتے تھے۔ اس لیے یہ بیٹھ کر پانی پینا حضور اقدس ﷺ کی اہم سنتوں میں سے ہے، اور جو شخص اس کا جتنا اہتمام کرے گا ان شاء اللہ اس پر اس کو اجر وثواب اور اس کی فضیلت اور برکات حاصل ہوں گے۔ اس لیے خود بھی اس کا اہتمام کرنا چاہیے اور دوسروں سے بھی اس کا اہتمام کرانا چاہیے، اپنے گھر والوں کو بتانا چاہیے، اپنے بچوں کو اس کی تعلیم دینی چاہیے، اور بچوں کے دل میں یہ بات بٹھانی چاہیے کہ جب بھی پانی پیو تو بیٹھ کر پیو۔ اگر انسان اس کی عادت ڈال لے تو مفت کا ثواب حاصل ہو جائے گا، اس لیے کہ اس عمل میں کوئی خاص محنت اور مشقت ہے نہیں، اگر آپ پانی کھڑے ہو کر پینے کے بجائے بیٹھ کر پی لیں تو اس میں کیا حرج اور مشقت لازم آجائے گی؟ لیکن جب سنت کی اتباع کی نیت کر کے پانی بیٹھ کر پی لیا تو اتباعِ سنت کا عظیم اجر وثواب حاصل ہو جائے گا۔" (اِصلاحی خطبات 5/234-236)

غلط فہمی کا اِزالہ:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا بھی حضور ﷺ کی سنت ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ واضح غلط فہمی ہے جس کی تائید حضرات اکابر اہلِ علم سے نہیں ہوتی، اس لیے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا رخصت اور اجازت تو ہو سکتی ہے لیکن اسے سنت قرار دینا مشکل ہے جس کی تفصیل ماقبل میں بیان ہو چکی۔

احادیث مبارکہ

ذیل میں متعدد احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں تاکہ اہلِ علم کے لیے سہولت کا باعث بنے۔

- صحیح مسلم میں ہے:

٥٣٩٣- حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا.

٥٣٩٤- عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا. قَالَ قَتَادَةُ: فَقُلْنَا فَالْأَكْلُ؟ فَقَالَ: ذَاكَ أَشَرُّ أَوْ أَخْبَثُ.

٥٣٩٨- حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ -يَعْنِي الْفَزَارِيَّ-: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ: أَخْبَرَنِي أَبُو غَطَفَانَ الْمُرِّيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِمًا، فَمَنْ نَسِيَ فَلْيَسْتَقِئْ».

- **مسند احمد میں ہے:**

٨٠٠٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي زِيَادٍ الطَّحَّانِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَشْرَبُ قَائِمًا فَقَالَ لَهُ: «قِهِ»، قَالَ: لِمَهْ؟ قَالَ: «أَيَسُرُّكَ أَنْ يَشْرَبَ مَعَكَ الْهِرُّ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَإِنَّهُ قَدْ شَرِبَ مَعَكَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْهُ الشَّيْطَانُ».

- **صحیح بخاری میں ہے:**

٥٦١٥- عَنِ النَّزَّالِ قَالَ: أَتَى عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى بَابِ الرَّحَبَةِ فَشَرِبَ قَائِمًا فَقَالَ: إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُ أَحَدُهُمْ أَنْ يَشْرَبَ وَهُوَ قَائِمٌ وَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَ كَمَا رَأَيْتُمُونِي فَعَلْتُ.

- **سنن الترمذی میں ہے:**

١٨٨٠- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا نَأْكُلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ نَمْشِي، وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ.

١٨٨٣- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا.

- **المعجم الاوسط للطبرانی میں ہے:**

١٢١٣- عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا، وَيُصَلِّي مُنْتَعِلًا وَحَافِيًا، وَيَنْصَرِفُ مِنَ الصَّلَاةِ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ.

- **مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:**

٢٥- مَنْ رَخَّصَ فِي الشُّرْبِ قَائِمًا:

٢٤٥٨٠- حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ مُسْلِمٍ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَشْرَبُ قَائِمًا.

٢٤٥٨١- عَنْ أَبِي الْمُعَارِكِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ شُرْبِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَائِمٌ؟ قَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ.

٢٤٥٨٢- حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَشْرَبُ وَهُوَ قَائِمٌ.

٢٤٥٨٣- عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَنَّ سَعْدًا وَعَائِشَةَ كَانَا لَا يَرَيَانِ بَأْسًا بِالشُّرْبِ قَائِمًا.

٢٤٥٨٥- عَنْ مَيْسَرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا شَرِبَ قَائِمًا، فَقُلْتُ: شَرِبْتَ قَائِمًا؟ فَقَالَ: لَئِنْ شَرِبْتُ قَائِمًا لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَشْرَبُ قَائِمًا، وَلَئِنْ شَرِبْتُ قَاعِدًا لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَشْرَبُ قَاعِدًا.

٢٤٥٨٦- حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عُمَرَ يَشْرَبُ قَائِمًا.

٢٤٥٨٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ قَالَ: رَأَيْتُ سَالِمًا يَشْرَبُ وَهُوَ قَائِمٌ.

٢٤٥٨٨- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ: سَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ عَنْهُ؟ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ، إِنْ شِئْتَ قَائِمًا، وَإِنْ شِئْتَ قَاعِدًا.

٢٤٥٨٩- حَدَّثَنَا يحيى بن سَعِيد عَنْ مُجَالِدٍ قَالَ: رَأَيْتُ الشعبِي يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا.

٢٤٥٩٣- حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ: سَأَلْتُ طَاوُسًا وَسَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا، فَلَمْ يَرَيَا بِهِ بَأْسًا.

٢٤٥٩٤- عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ رَأَى عَلِيًّا بِالْكُوفَةِ يَشْرَبُ قَائِمًا.

٢٤٥٩٥- عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عن عَامِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بن الزُبَير قَالَ: رَأَيتُ أَبِي يَشْرَبُ وَهُوَ قَائِمٌ.

٢٦- مَنْ كَرِهَ الشُّرْبَ قَائِمًا:

٢٤٥٩٩- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: زَجَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَجُلًا شَرِبَ قَائِمًا.

٢٤٦٠٠- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا.

٢٤٦٠١- عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا، فَكَرِهَهُ.

- موطأامام محمد میں ہے:

٨٨٠- أَخْبَرَنَا مَالِكٌ: أَخْبَرَنِي مُخْبِرٌ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنَ عفان وعلي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنهم كانوا يشربون قيامًا.

قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهَذَا نَأْخُذُ، لَا نَرَى بِالشُّرْبِ قَائِمًا بَأْسًا، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا.

- **التعلیق الممجد علی موطا محمد:**

وذهب جمع من العلماء إلى كون حديث النهي منسوخًا بحديث الجواز، وقال بعضهم بالعكس. قال النووي في «شرح صحيح مسلم»: من زعم نسخًا فقد غلط غلطًا فاحشًا، وكيف يُصار إلى النسخ مع إمكان الجمع لو ثبت التاريخ وأنّى له ذلك؟ انتهى. والحق في هذا الباب على ما ذكره البيهقي والنووي والقاريّ والسيوطي وغيرهم: أن النهي للتنزيه، والفعل لبيان الجواز.
(بَابُ الشُّرْبِ قَائِمًا)

- **عمدة القاری میں ہے:**

وَاسْتدلَّ أهل الظَّاهِر بِهَذِهِ الْأَحَادِيث على تَحْرِيم الشّرْب قَائِما. ثمَّ كَيْفيَّة الْجمع بَينهمَا على أَقْوَال: أَحدهَا: أَن النَّهْي مَحْمُول على التَّنْزِيه لَا على التَّحْرِيم، وَهُوَ الَّذِي صَار إِلَيْهِ الْأَئِمَّة الجامعون بَين الحَدِيث وَالْفِقْه كالخطابي وَأبي مُحَمَّد الْبَغَوِيّ وَأبي عبد الله الْمَازرِيّ، وَالْقَاضِي عِيَاض وَأبي الْعَبَّاس الْقُرْطُبِيّ، وَأبي زَكَرِيَّا النَّوَوِيّ، رَحِمهم الله تَعَالَى ..... وَقَالَ النَّوَوِيّ فِي «شرح مُسلم»: الصَّوَاب أَن النَّهْي مَحْمُول على كَرَاهَة التَّنْزِيه، وَأما شربه ﷺ قَائِما فبيانه للْجُوَاز فَلَا إِشْكَال وَلَا تعَارض، قَالَ: وَهَذَا الَّذِي ذكرْنَاهُ يتَعَيَّن الْمصير إِلَيْهِ، قَالَ: وَأما من زعم نسخا أَو غَيره فقد غلط غَلطا فَاحِشا، وَكَيف يُصَار إِلَى النّسخ مَعَ إِمْكَان الْجمع لَو ثَبت التَّارِيخ؟ وأَنَّى لَهُ بذلك، وَالله أعلم. قلت: جزم النَّوَوِيّ هُنَا بِالْكَرَاهَةِ، وَخَالف ذَلِك فِي «الرَّوْضَة» تبعا للرافعي، فَقَالَ: إِن الشّرْب قَائِما لَيْسَ بمكروه. (بابُ الشُّرْبِ قائِمًا)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
29 ربیع الاوّل 1441ھ/27 نومبر 2019

مقالہ نمبر 14:

زیرِ ناف بالوں کی صفائی کے احکام

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

صفائی اور پاکیزگی سے متعلق اسلام نے بہترین راہنمائی کی ہے جیسا کہ اس کی تعلیمات سے بخوبی واضح ہے، اسلام کی انھی تعلیمات میں سے ایک بہترین تعلیم زیرِ ناف بالوں کی صفائی کی بھی ہے، اسلام نے اس کو بڑی اہمیت دی ہے، اس کو ایک فطری امر اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے قرار دیا ہے، اس لیے ہر مسلمان کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے، اس کے متعدد فوائد ہیں۔ البتہ اس معاملے میں ہمارے بہت سے مسلمان بہت ہی غلط فہمیوں کا شکار ہیں، مزید افسوس ناک صورتحال یہ ہے کہ اس حوالے سے اہلِ علم سے راہنمائی بھی نہیں لیتے بلکہ شرم محسوس کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں زندگی بھر ان غلطیوں میں مبتلا رہتے ہیں، حالاں کہ ایسی شرم اللہ کو ناپسند ہے جو دین سیکھنے میں رکاوٹ بنے۔ ذیل میں زیرِ ناف بالوں کی صفائی سے متعلق بنیادی احکام ذکر کیے جاتے ہیں۔

زیرِ ناف بال صاف کرنے کی حدود:

زیرِ ناف بال صاف کرنے کی حدود یہ ہیں کہ:

1۔ ناف کے بالکل متصل نیچے سے صفائی شروع کی جائے تو یہ بھی درست ہے، یا یوں کیا جائے کہ جب بندہ پاؤں کے بل یعنی اکڑوں بیٹھتا ہے تو جہاں پیٹ ختم ہوتا ہے وہاں ایک لکیر یعنی شکم سی بن جاتی ہے تو وہاں سے شروع کیا جائے، وہاں سے شروع کرکے نیچے سیدھ میں جتنے بھی بال آرہے ہیں وہ سب صاف کیے جائیں، البتہ یہ یاد رہے کہ رانوں کے بال اس میں داخل نہیں، یعنی ران کے بال صاف کرنا ضروری نہیں، لیکن اگر کوئی صاف کرنا چاہے تو گناہ بھی نہیں۔

2۔ اسی طرح چھوٹی پیشاب گاہ پر، خصیتین پر اور اس کے آس پاس دائیں بائیں، اوپر نیچے بڑی پیشاب گاہ تک جتنے بھی بال ہیں وہ سب صاف کیے جائیں۔

3۔ اسی طرح بڑی پیشاب گاہ کے آس پاس جو بال ہوتے ہیں وہ بھی ممکنہ حد تک صاف کیے جائیں اور ان بالوں کی صفائی کا خصوصی خیال رکھا جائے۔ (احسن الفتاوی، رد المحتار و دیگر کتب)

زیرِ ناف بال صاف کرنے کی مدت:

ویسے تو زیرِ ناف بالوں کی صفائی ہر ہفتے کرنا مستحب ہے جس کے متعدد فوائد بھی ہیں، البتہ چالیس دن تک صاف نہ کرنے کی گنجائش ہے، چالیس دن پورے ہونے کی صورت میں ان زائد بالوں کی صفائی واجب ہے، چالیس دن سے زیادہ مدت صفائی نہ کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔ (رد المحتار، احسن الفتاویٰ، فتاویٰ رحیمیہ)

زیرِ ناف بالوں کی صفائی کس چیز سے کی جائے؟

زیر ناف بالوں کی صفائی کے لیے بلیڈ، استرا، بالِ صفا کریم، پاؤڈر، مشین یا کوئی بھی مناسب چیز استعمال کی جاسکتی ہے، شرعی اعتبار سے کسی ایک چیز کی پابندی ضروری نہیں، بلکہ جس کو جس چیز میں سہولت ہو وہ اس کو اختیار کر سکتا ہے، البتہ مرد کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ بلیڈ اور استرا استعمال کرے، جبکہ عورت کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اس کے بجائے بالِ صفا پاؤڈر، کریم یا ایسی چیز استعمال کرے جس سے بال اکھیڑے جاتے ہوں۔

مزید تفصیل ذیل کے فتاویٰ میں ملاحظہ فرمائیں:

فتاویٰ جات

- دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن:

”زیرِ ناف بال کاٹنا واجب ہے، اس کا مقصد نجاست سے اچھی طرح پاکی حاصل کرنا اور پاکیزگی ہے، چالیس دن تک یا اس سے زائد بلا وجہ چھوڑنا مکروہِ تحریمی ہے۔ اس کی حد ناف کے نیچے پیڑو کی ہڈی سے لے کر شرم گاہ اور اس کے آس پاس کا حصہ، خصیتین، اسی طرح پاخانہ کے مقام کے آس پاس کا حصہ اور رانوں کا صرف وہ حصہ جہاں نجاست ٹھہرنے یا لگنے کا خطرہ ہو؛ یہ تمام بال کاٹنے کی حد ہے۔ وہ بال جو دُبر کے قریب ہوں اور ان میں نجاست رہ جانے کا امکان ہو انہیں کاٹنا بھی ضروری ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بلکہ یہ بدرجہ اولیٰ کاٹنے چاہییں، اور یہ محال نہیں، بلکہ فطری امور میں سے اور ممکن ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

۱: صحیح مسلم (۱/ ۲۲۱): عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْفِطْرَةُ خَمْسٌ -أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ-: الْخِتَانُ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ».

۲: صحيح مسلم (۱/ ۲۲۲): عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: «وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفِ الْإِبِطِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ، أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً».

ترجمہ: *حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مونچھیں ترشوانے اور ناخن لینے اور بغل اور زیرِ ناف کی صفائی کے سلسلہ میں ہمارے واسطے حد مقرر کردی گئی ہے کہ 40 روز سے زیادہ نہ چھوڑیں۔*

- الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (٦/ ٤٠٦):

(و) يستحب (حلق عانته وتنظيف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرة) والأفضل يوم الجمعة وجاز في كل خمسة عشرة، وكره تركه وراء الأربعين، **مجتبى**.

(قوله: وكره تركه) أي تحريمًا لقول المجتبى: ولا عذر فيما وراء الأربعين ويستحق الوعيد اهـ. وفي أبي السعود عن شرح المشارق لابن ملك: روى مسلم عن أنس بن مالك: «وقت لنا في تقليم الأظفار وقص الشارب ونتف الإبط أن لا نترك أكثر من أربعين ليلةً». وهو من المقدرات التي ليس للرأي فيها مدخل فيكون كالمرفوع اهـ. فقط والله اعلم"

(فتویٰ نمبر:144107200226،تاریخِ اجرا:01-03-2020)

- **دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن:**

"ناف کے نیچے سے رانوں کی جڑوں تک، اور اگلی پچھلی شرم گاہ کے ارد گرد جہاں تک نجاست لگنے کا امکان ہو؛ یہ سب زیر ناف بال کاٹنے کی حد ہے۔

1-ويبتدئ في حلق العانة من تحت السرة، ولو عالج بالنورة في العانة يجوز، كذا في الغرائب. (الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وحلق المرأة شعرها ووصلها شعر غيرها، ٣٥٨/٥)

٢- وأما الاستحداد فهو حلق العانة سمي استحدادًا؛ لاستعمال الحديدة وهي الموسى، وهو سنة، والمراد به نظافة ذلك الموضع، والأفضل فيه الحلق، ويجوز بالقص والنتف والنورة، والمراد بالعانة: الشعر الذي فوق ذكر الرجل وحواليه وكذاك الشعر الذي حوالي فرج المرأة.

(شرح النووي على مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة (١٤٨/٣) ط: دار إحياء التراث العربي)

٣- والعانة: الشعر القريب من فرج الرجل والمرأة، ومثلها شعر الدبر، بل هو أولى بالإزالة ؛ لئلا يتعلق به شيء من الخارج عند الاستنجاء بالحجر. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، فصل في الإحرام و صفة المفرد، (٤٨١/٢) ط: سعيد) فقط واللہ اعلم"

(فتویٰ نمبر:143909201283،تاریخِ اجرا:08-07-2018)

- **دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن:**

"زیرِ ناف بالوں کو کاٹنا ہر مسلمان بالغ مرد و عورت پر لازم ہے، جس کی صفائی کی آخری حد چالیس روز ہے، چالیس روز سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہِ تحریمی اور گناہ کا باعث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں انسان کی فطرتِ سلیمہ میں داخل ہیں اور دینِ فطرت کے خاص احکام ہیں: ختنہ ، زیرِ ناف بالوں کی صفائی ، مونچھیں تراشنا، ناخن لینا اور بغل کے بال لینا۔ بعض دوسری احادیث میں ان چیزوں کو انبیاء و مرسلین کی سنت اور ان کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ لٰہذا زیرِ ناف بالوں کی صفائی امورِ فطرت میں سے ہے، اس کا تعلق شادی شدہ ہونے یا نہ ہونے سے نہیں ہے، اور مسنون یہ ہے کہ ہر ہفتے میں جمعہ کے دن جسمانی اصلاح و صفائی کا یہ کام کیا جائے، ورنہ دو ہفتوں میں ایک بار کیا جائے۔" (فتویٰ نمبر:144007200250،تاریخِ اجرا:22-03-2019)

- **دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن:**

"زیرِ ناف بال کاٹنے سے مقصود صفائی ہے، اور یہ مقصود بلیڈ یا مشین کسی بھی طرح حاصل کیا جاسکتا ہے، تاہم مرد کے حق میں زیرِ ناف بال کاٹنے کے لیے بلیڈ یا استرے کا استعمال بہتر ہے کیوں کہ اس سے بال جڑ سے ختم ہو جاتے ہیں اور طبّی اعتبار سے بھی یہی بہتر ہے، تاہم اگر عذر ہو تو باریک مشین کے

استعمال میں حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم"

(فتویٰ نمبر:143909200816،تاریخ اجرا:15-06-2018)

- دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن:

"عورت کے لیے زیرِ ناف اور بغل کے بال چٹکی یا چمٹی سے اکھاڑنا مستحب ہے، اس کے لیے پاؤڈر یا کریم کا استعمال بھی کیا جاسکتا ہے، بلیڈ بھی استعمال کر سکتی ہے، لیکن یہ مناسب نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ 426/19، ط: فاروقیہ)

حاشية رد المحتار على الدر المختار (٦ / ٤٠٦):

وفي الأشباه: والسنة في عانة المرأة النتف. فقط واللہ اعلم"

(فتویٰ نمبر:844001200088،تاریخ اجرا:15-09-2018)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

26 رجب المرجّب 1441ھ/22 مارچ 2020

مقالہ نمبر 15:

فرض نماز کے بعد
بلند آواز سے دُرود پڑھنے کی مروَّجہ رسم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز کے بعد درود شریف کی آیت پڑھ کر بلند آواز سے درود پڑھنے کا حکم:

کئی مساجد میں یہ رواج ہے کہ باجماعت نماز کے بعد امام صاحب بلند آواز سے سورتِ احزاب کی درج ذیل آیت نمبر 56 پڑھتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.

پھر امام صاحب اور سارے مقتدی مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں۔اس رسم کا بہت زیادہ اہتمام ہوتا ہے، اس کو ضروری سمجھا جاتا ہے، حتی کہ بعض مساجد میں تو امام کو مقرر کرتے وقت اس رسم کا اہتمام کرنے کی شرط بھی لگائی جاتی ہے۔

واضح رہے کہ باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کی مذکورہ رسم دین میں اپنی طرف سے اضافہ ہے، اس لیے یہ بدعت اور گناہ ہے، اس ناجائز رسم کو ترک کرنا ضروری ہے۔ذیل میں اس کی وجوہات ذکر کی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن وسنت اور خیر ُالقرون سے اس کا کوئی ثبوت نہیں!

باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے مذکورہ آیت پڑھ کر اجتماعی طور پر درود وسلام پڑھنے کی مروجہ رسم کے بدعت ہونے کی ایک عام سی وجہ یہ ہے کہ باجماعت نماز شب وروز میں ادا کیا جانے والا ایک عظیم الشان اہم ترین عمل ہے، جس سے متعلق شریعت نے تمام بنیادی احکام واضح فرمادیے ہیں، لیکن قرآن وسنت میں کہیں بھی باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے مذکورہ آیت پڑھ کر اجتماعی طور پر درود وسلام پڑھنے کا ذکر نہیں ملتا حتی کہ کسی ضعیف حدیث سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اور نہ ہی یہ حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور خیر القرون سے ثابت ہے۔ مزید یہ کہ باجماعت نماز یعنی فرض نماز کے بعد کے جو مسنون اذکار، دعائیں اور اعمال احادیث میں وارد ہوئے ہیں اُن میں بھی اس رسم کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔اس لیے اگر یہ دین کا حصہ ہوتا اور یہ عمل کسی بھی درجے میں اہمیت رکھتا تو اس کا ثبوت ضرور ہوتا، جب یہ عمل ثابت ہی نہیں تو آج اسے دین کے

نام پر کیسے اپنایا جاسکتا ہے؟! اس لیے یہ دین میں اور باجماعت نماز یعنی فرض نماز کے اعمال میں اپنی طرف سے اضافہ ہے جس کا بدعت ہونا واضح ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی تو وہ مردود (یعنی ناقابل قبول اور ناقابل اعتبار) ہے۔‘‘

٢٦٩٧- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ الله عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ».

یہ سنّت اور صحابہ کرام کے طریقے کی بھی خلاف ورزی ہے!

باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے مذکورہ آیت پڑھ کر اجتماعی طور پر درود وسلام پڑھنا سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق طریقے کی بھی خلاف ورزی ہے کہ سنت اور صحابہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اس غیر شرعی کام سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

ذیل میں اس حوالے سے چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ سنن الترمذی کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹے تھے، جبکہ میری امت میں 73 فرقے بنیں گے، ان میں ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک کامیاب اور برحق جماعت کون سی ہوگی؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ’’مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي‘‘ یعنی جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔‘‘

٢٦٤١- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بني إسرائيل حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي».

مذکورہ حدیث میں حق جماعت کی جو علامت بیان فرمائی گئی ہے وہ یہی ہے کہ جو سنت اور صحابہ کرام کے طریقے پر ہو، یہ علامت دین کے ہر معاملے میں ایک واضح پیمانہ ہے جس کی بنیاد پر ہر ایک انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے نظریات اور اعمال جانچ سکتا ہے۔ یقیناً یہ معیار اپنانے سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں اور بہت سی پریشانیوں، بدعات اور خود ساختہ اعمال و نظریات سے نجات مل سکتی ہے!!

ذرا غور کر لیا جائے کہ کیا باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے مذکورہ آیت پڑھ کر اجتماعی طور پر درود وسلام پڑھنا سنت اور صحابہ سے ثابت ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا ہرگز نہیں! تو پھر یہ کام حق جماعت یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کا نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کو یہ نام اسی لیے دیا گیا ہے کہ وہ سنت اور صحابہ کرام کے طریقے پر ہوتے ہیں، جبکہ باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے مذکورہ آیت پڑھ کر اجتماعی طور پر درود وسلام پڑھنے کا عمل سنت اور صحابہ کرام کے طریقے کے خلاف ہے۔

2۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ”الاعتصام“ میں فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”جو عبادت حضرات صحابہ کرام نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو، کیوں کہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی (جس کو یہ پورا کریں)، خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو۔“ اسی مضمون کی روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

(جواہر الفقہ)

وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَالَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَا تعبَّدوها؛ فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْآخِرِ مَقَالًا، فَاتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، وَخُذُوا بِطَرِيقِ مَنْ كَانَ قبلكم. ونحوه لابن مسعود أيضًا. (الباب الثامن في الفرق بين البدع والمصالح المرسلة)

- البدع لابن وضاح القرطبي:

١٠- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ: اتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، خُذُوا طَرِيقَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَاللهِ لَئِنِ اسْتَقَمْتُمْ لَقَدْ سُبِقْتُمْ سَبْقًا بَعِيدًا، وَلَئِنْ

تَرَكْتُمُوهُ يَمِينًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

3۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''تم ہماری پیروی کرو اور دین میں نئی باتیں ایجاد نہ کرو، یہ تمہارے لیے کافی ہے۔''

وَخَرَّجَ [ابْنِ وَضَّاحٍ] أَيْضًا عَنْ عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ.

- البدع لابن وضاح القرطبي:

١١ - حَدَّثَنَا أَسَدُ قَالَ: أخبرنا أَبُو هِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا، وَلَا تَبْتَدِعُوا، فَقَدْ كُفِيتُمْ. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

- مجمع الزوائد:

٨٥٣- عن عبد الله بن مسعود قال: اتبعوا ولا تبتدعوا فقد كفيتم.

رواه الطبراني في «الكبير»، ورجاله رجال الصحيح.

معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کی پیروی کرنی چاہیے اور دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے سے بچنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے مذکورہ آیت پڑھ کر اجتماعی طور پر بلند آواز سے درود وسلام پڑھنا بھی صحابہ کرام سے ثابت تو نہیں بلکہ دین میں ایک اضافہ ہی ہے جس کا بدعت ہونا واضح ہے!

حضراتِ صحابہ کرام عشقِ رسالت اور دینداری کا بہترین اور کامل نمونہ ہیں:

سنت تو ہر مسلمان کے لیے بہترین نمونہ اور معیار ہے ہی، یہی وجہ ہے کہ جب دین یا عشقِ رسالت کے نام پر کوئی ایسی بات ایجاد کی جائے جو سنت سے ثابت نہ ہو تو گویا کہ سنت ہاتھ سے چھوٹ گئی اور بدعت ہاتھ آگئی، جو کہ بہت بڑا نقصان ہے۔ جہاں تک حضرات صحابہ کی بات ہے تو وہ سنت کی حقیقت سے خوب واقف تھے، سنت پر مر مٹنے والے تھے کہ اس سے ذرہ برابر بھی انحراف کو جرم سمجھتے تھے، اور عشقِ رسالت کا کامل اور بہترین نمونہ بھی تھے، اس لیے ان کو بھی معیار قرار دیا گیا۔ اس سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ

حضرات صحابہ کرام جب عشقِ رسالت کا بہترین اور کامل نمونہ تھے تو انھوں نے جو کام نہیں اپنائے تو انھیں آج دین کے نام پر ہر گز نہیں اپنایا جا سکتا، اسی طرح عشقِ رسالت کے تمام تر اعمال اور معیارات ان میں موجود تھے، اس لیے جو عمل انھوں نے عشقِ رسالت کے نام پر نہیں اپنایا آج اسے عشقِ رسالت کے نام پر ہر گز نہیں اپنایا جا سکتا، کیوں کہ حضرات صحابہ زیادہ مستحق تھے اس بات کے کہ وہ عشقِ رسالت کے نام پر نت نئے اعمال کی بنیاد رکھتے حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ انھوں نے دین میں نت نئے طریقے ایجاد کرنے کو جرم سمجھا۔

اس سے باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے مذکورہ آیت پڑھ کر اجتماعی طور پر درود و سلام ایجاد کرنے کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اگر یہ عشقِ رسالت پر مبنی عمل ہوتا یا اس کا معیار ہوتا تو حضرات صحابہ کرام اس کے زیادہ مستحق تھے کہ وہ اسے اپناتے!

کیا درود شریف پڑھنا کوئی غلط کام ہے؟

جب باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے درود و سلام پڑھنے کی مروجہ رسم کو بدعت اور گناہ قرار دے کر اس سے روکا جاتا ہے تو بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کیا درود شریف پڑھنا کوئی غلط کام ہے جو کہ اس سے روکا جا رہا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ درود و شریف پڑھنا اپنی ذات میں بہت ہی فضیلت اور اہمیت والا عمل ہے، لیکن زیرِ بحث مسئلہ میں درود شریف کی فضیلت کا معاملہ نہیں اور نہ ہی اس پر اعتراض ہے، بلکہ اعتراض تو خود ساختہ طریقے سے بے موقع درود و سلام پڑھنے پر ہے اور اسی سے روکا جا رہا ہے کہ باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے مذکورہ آیت پڑھ کر اجتماعی طور پر درود و سلام پڑھنا ثابت نہیں، اس لیے اس کو ترک کر دیا جائے۔

اس نکتہ کو سمجھنے کے لیے سنن الترمذی کی یہ روایت ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں بھی کہتا ہوں کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، لیکن اس طرح ہمیں حضور اقدس ﷺ نے نہیں سکھایا بلکہ ہمیں یوں سکھایا ہے کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ.

٢٧٣٨- عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَأَنَا أَقُولُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، عَلَّمَنَا أَنْ نَقُولَ: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ». (بَابُ مَا يَقُولُ العَاطِسُ إِذَا عَطَسَ)

غور کیجیے کہ چھینکنے والے شخص نے چھینک کے بعد الحمد للہ تو کہا لیکن ساتھ میں حضور اقدس ﷺ پر سلام بھی بھیج دیا، حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود و سلام پڑھنا سنت سے ثابت نہیں، اس پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے عاشقِ سنت صحابی نے فوراً تنبیہ فرمائی کہ میں بھی اس کا قائل ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بھی ہونی چاہیے اور حضور اقدس ﷺ پر درود و سلام بھی پڑھنا چاہیے یعنی کہ درود و سلام کی اہمیت وفضیلت کا میں بھی قائل ہوں لیکن یہ اس کا موقع نہیں، اس لیے چھینک کے بعد درود و سلام پڑھنا درست نہیں کیوں کہ ہمیں حضور اقدس ﷺ نے چھینک کے بعد الحمد للہ ہی سکھایا ہے جس میں درود و سلام کا ذکر نہیں۔

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود و سلام سنت سے ثابت نہ تھا اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے پسند نہیں فرمایا اور تنبیہ فرمائی، گویا کہ درود شریف پڑھنا بہت بڑا عمل ہے لیکن اس کے لیے ایسا موقع اور طریقہ ایجاد کرنا جو سنت اور صحابہ سے ثابت نہ ہو اسے بدعت ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ درود و سلام پڑھنا بڑی ہی فضیلت کی بات ہے لیکن باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے مذکورہ آیت پڑھ کر اجتماعی طور پر درود و سلام پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اس کو بدعت ہی کہا جائے گا اور اس سے منع ہی کیا جائے گا جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا۔

دین اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں کب برقرار رہ سکتا ہے؟

دین اپنی حقیقی شکل وصورت میں تبھی برقرار رہ سکتا ہے جب اس کے لیے سنت اور صحابہ کو معیار قرار

دیا جائے کیوں کہ اگر ہر ایک اپنی طرف سے دین کے نام پر کوئی عمل ایجاد کرے گا یا اپنے کسی خود ساختہ عمل کو دینداری یا عشقِ رسالت کا معیار قرار دے گا تو دین کا حلیہ ہی مسخ ہو جائے گا اور دین اپنی اصلی صورت میں باقی نہیں رہ پائے گا، اور نہ ہی بعد والوں کو حقیقی دین پہنچ سکے گا، حالاں کہ خود ساختہ اعمال اور پیمانوں کا تو نام دین نہیں۔ اس لیے دین کے معاملے میں سنت اور صحابہ کرام کو معیار قرار دینے کی ایک بڑی ضرورت یہ بھی ہے۔

نماز کے بعد بلند آواز سے درود وسلام پڑھنے کی مروجہ رسم کی ایک اور خرابی:

باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے مذکورہ آیت پڑھ کر اجتماعی طور پر بلند آواز سے درود وسلام پڑھنے کا بدعت ہونا تو واضح ہو چکا، البتہ اس میں ایک اور خرابی یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے مسبوق حضرات یعنی امام کے سلام کے بعد اُٹھ کر اپنی بقیہ نماز پوری کرنے والے حضرات کی نماز میں بھی شدید خلل واقع ہوتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے، حتی کہ ان حضرات کے لیے اپنی بقیہ نماز ٹھیک طرح مکمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے، حالاں کہ مسبوق حضرات کی نماز میں یوں خلل ڈالنا ناجائز ہے۔

خلاصہ: ماقبل کی تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے مذکورہ آیت پڑھ کر اجتماعی طور پر بلند آواز سے درود وسلام پڑھنا قرآن وسنت، حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین سے کہیں ثابت نہیں، اس لیے اس کا بدعت ہونا واضح ہے، اور بدعت اسی قابل ہوتی ہے کہ اس سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے اجتناب کیا جائے!

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
11 ربیع الثانی 1443ھ/17 نومبر 2021